فروغِ فکر و آگہی کے لئے
ماہنامہ
پیام
اسلام آباد
ABC سے تصدیق شدہ اشاعت

اللّٰھم صل علی علی بن موسیٰ
الرضا
ایھا الامام الرؤف

امام رضاؑ کے روزِ ولادت کی مناسبت سے خصوصی شمارہ



مئی/جون 2019ء

عجائب خانہ آستان قدس رضوی سے چند نوادرات کے عکوس

امام علیؑ سے منسوب ایک قرآن کریم۔اس مسودہ میں سورہ ہود سے کہف تک سورتیں موجود ہیں۔
یہ قرآن کریم خط کوفی میں لکھا گیا ہے۔اس دستاویز کے ۶۹ صفحات ہیں اور ہر صفحہ پہ پندرہ سطور ہیں۔
یہ قرآن کریم صفوی دور میں آستان قدس کے عجائب خانے کا حصہ بنا۔





عباسی دور کے امام رضاؑ کے نام کے سکے
دور: ۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ



ال زار طلائی سکہ 315-323ھ



قاجار دور کا سکہ



1325ھ کا سکہ

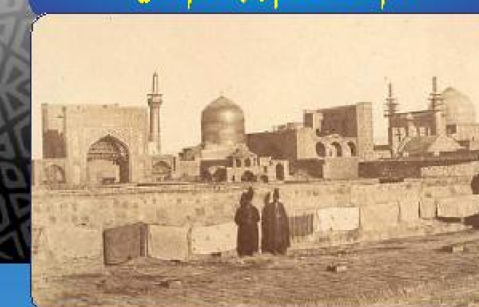


پہلوی دور کا سکہ تانبہ

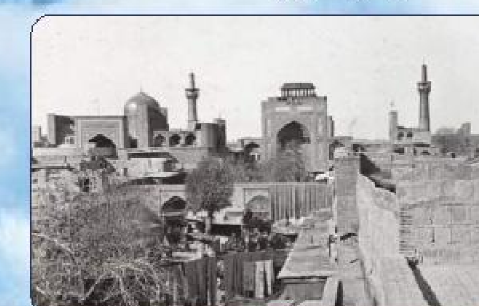


امام خمینی کے زمانے کا سکہ

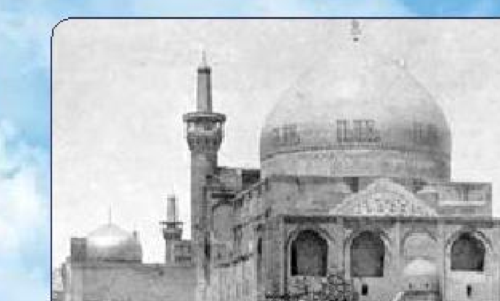
امام رضاؑ کے حرم کی کچھ قدیم تصاویر



لوگی پیسی (اٹلی کا باشندہ 1818-91)



مدری مولز ورتھ (برطانیہ کا شہری 1867-1945)



1930 کا ایک قدیم عکس

لوح پیام

شمس الشموس نمبر

امام علی رضا علیہ السلام

ماہ ذیقعدہ میں خانوادہ اہل بیتؑ کے ایک گرامی قدر پیشوا امام رضا علیہ السلام کا یوم ولادت منایا جاتا ہے۔آپ کا نسب امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین علیہم السلام کی نسبت سے علی و بتول سلام اللہ علیہا تک پہنچتا ہے۔ایک روایت کے مطابق امام رضا علیہ السلام ۱۱ ذیقعدہ ۱۴۸ ہجری کو اس دنیا میں تشریف لائے۔آپ نے عباسی خلفا ہارون اور مامون کا زمانہ پایا۔ مامون نے امام رضا علیہ السلام کو مدینہ سے مرو بلوایا اگرچہ امام نہ جانا چاہتے تھے۔امام علیہ السلام کا یہ سفر اور اس سفر سے جڑے واقعات نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔امام علیہ السلام کے زمانے میں عالم اسلام کو درپیش علمی، فکری، سیاسی، عقیدتی چیلنجز، خود امام علیہ السلام اور ان کے خانوادے کے لیے موجود مشکلات کو سامنے رکھیں تو امام علیہ السلام کا لائحہ عمل اہل فکرونظر کے لیے بہت سے امور میں گرہ کشا اور راہنما کی حیثیت رکھتا ہے۔

ماہنامہ پیام کو یہ سعادت حاصل رہی ہے کہ وہ خانوادہ نبوت کی بلند مرتبہ شخصیات کے حوالے سے پیام کی خصوصی اشاعتوں کا اہتمام کرتا رہا ہے۔اب تک ہم کئی ایک سیرت النبی نمبر، خاتون جنت نمبر، منقبت امیر المومنین نمبر، امام جعفر صادق نمبر، امام حسن علیہ السلام نمبر نیز امام حسین و کربلا نمبر شائع کر چکے ہیں۔اس ماہ اللہ نے ہمیں یہ توفیق دی کہ ہم امام علی رضا علیہ السلام کے حوالے سے کچھ منتخب تحریریں اور کلام قارئین پیام کی خدمت میں پیش کریں۔ہماری کوشش ہوتی ہے کہ کسی بھی موضوع کو فرقہ وارانہ نظر سے دیکھنے کے بجائے حقائق کے پیمانوں پر پرکھا جائے تاکہ پیش کردہ مطالب سب کے لیے قابل استفادہ ہوں۔امام رضا علیہ السلام کے حوالے سے بھی ہم نے کوشش کی ہے کہ شیعہ وسنی منابع سے استفادہ کردہ مضامین کو اس شمارے میں شامل کیا جائے نیز آپ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے۔اس اشاعت میں شامل مضامین میں ہم دیکھیں گے کہ امام رضا علیہ السلام کی شخصیت عالم اسلام کے لیے ایک بیش بہا خزانے کی حیثیت رکھتی ہے۔آپ رشد و ہدایت کا وہ سرمایہ ہیں جس سے تمام اہلیان اسلام نے بلا تفریق فرقہ و مذہب استفادہ کیا ہے اور یہ سلسلہ آج بھی جاری وساری ہے۔

قرآن کریم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندگی کو مسلمانوں کے لیے اسوہ حسنہ قرار دیا ہے، جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے اس دنیائے فانی سے رخصت ہونے سے قبل اپنی امت کو دو گرانقدر چیزیں عطا فرمائیں۔ان میں ایک قرآن حکیم اور دوسری اہل بیتؑ۔یعنی نصاب بھی دیا اور معلمان نصاب بھی۔ان کو اپنی امت کے لیے کشتی نوح کی مثال قرار دیا، منابع رشد و ہدایت کہا۔لہٰذا پیغمبر اکرمؐ پر ایمان رکھنے والا کوئی بھی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ بدلتے ہوئے زمانے کے حالات و واقعات میں ہمارے پاس کوئی عملی نمونہ نہیں تھا۔ائمہ اہل بیتؑ نے اپنی زندگی قرآن و سنت اور منشا الٰہی میں ڈھال کر بسر کی۔اس طرح وہ پیغمبر اکرمؐ کے فرمان کے مطابق ہر دور میں امت کے لیے پیشوا اور ہادی کے طور پر سامنے آئے۔امام علی، امام حسن، امام حسین، امام زین العابدین

،امام محمد باقر، امام جعفر صادق اور امام موسیٰ کاظم علیہم السلام سبھی نے اسلام کو درپیش چیلنجز کے مقابلے میں ایک لائحہ عمل پیش کیا جس سے آج بھی اسلامی معاشرہ استفادہ کرسکتا ہے۔ جب فتنے نے سر اٹھایا تو امیر المومنین نے اس کی سرکوبی کا راستہ دکھایا، جب فتنہ اپنا پھن پھیلائے کھڑا تھا تو امام حسن علیہ السلام نے اس کے زہریلے اثر کو ختم کرنے کی سعی فرمائی، جب دین مبین کو سر میدان گواہی کی ضرورت پڑی تو حسین ابن علی نے اپنے واضح عمل کے ذریعے حق و باطل کے درمیان نہ ختم ہونے والا خط امتیاز کھینچ دیا اور یوں شہادت حق پیش کی۔ جب تبلیغ و تربیت کے دیگر ذرائع مسدود کر دیے گئے تو امام علی زین العابدین دعا و مناجات کے ذریعے معاشرے کی تربیت میں مصروف رہے اور یہ امر واضح کر دیا کہ حق کے راستے میں جدوجہد کا ارادہ رکھنے والوں کو اپنے مشن سے روکا نہیں جا سکتا جب ایک راستہ بند کیا جاتا ہے تو وہ اپنی الٰہی بصیرت سے دوسرا راستہ دریافت کر لیتے ہیں۔ محمد باقر اور جعفر صادق علیہما السلام نے اسلامی معاشرے کو درپیش علمی چیلنجز کا جواب دیا۔ امام موسیٰ کاظم، امام علی رضا، امام محمد تقی، امام علی نقی اور امام حسن عسکری بھی مختلف عقیدتی انحرافات کے مقابل دین اسلام کے لیے ایک چٹان کی حیثیت سے کھڑے رہے۔

ماہنامہ پیام کی ٹیم اس اہم مجلے کی تیاری کے لیے تعاون کرنے والے تمام اہل علم اور احباب کی شکر گزار ہے کہ جن کی مدد کے بغیر ہم اس خصوصی اشاعت کو آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل نہ کر پاتے۔ اس شمارے میں نظم کے ذریعے امام رضا علیہ السلام کی بارگاہ میں اپنا نذرانہ عقیدت پیش کرنے والے شعراء کے کلام سے ایک انتخاب بھی شامل کیا گیا ہے۔ مختلف زبانوں میں امام رضا علیہ السلام کی مدح سرائی کا سلسلہ آپ کی حیات مبارکہ سے جاری ہے جس کی چند مثالیں مضامین میں بھی نظر آئیں گی۔
پیام حاضر کے مضامین میں سیرت کے مختلف پہلوؤں، کرامات، اقوال، مسند، تعلیم و تربیت، اولاد اور اصحاب امام سے متعلق تحریریں شامل ہیں۔ ابھی بہت سے ایسے موضوعات ہیں جن پر لکھا جانا چاہیے جیسے حدیث سلسلۃ الذھب اور دیگر بیان کردہ روایات، علمی مناظرے اور ان کی تشریح وغیرہ۔ دستیاب وقت میں جو مضامین ہم مہیا کر سکے ہیں وہ قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ کچھ مضامین پیش نظر مجلے کو آخری شکل دینے کے بعد موصول ہوئے ہیں اور کچھ کے وعدے مزید کیے گئے ہیں، انھیں ہم آئندہ کسی مناسب اشاعت میں پیش کرنے کا اہتمام کریں گے۔ اللہ کریم سے دعا گو ہیں کہ وہ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور ہمیں مزید بہتر سے بہتر معارف اسلامی کی خدمت اور اشاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری یہ ناچیز کاوش اہل علم و تحقیق کے لیے ایک دعوت کی حیثیت رکھتی ہے کہ وہ بھی اس میدان میں اپنے افکار کو تحریری شکل دیں اور منبع رشد و ہدایت کی حیات طیبہ سے گوہر پاروں کو اخذ کر کے امت کے لیے فیض رسانی کا سبب بنیں۔ اللہ کریم ہم سب کو اس سعادت سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین

والسلام مع الاکرام

سید اسد عباس

مدیر ماہنامہ پیام

امامت وولایت کے آٹھویں آفتاب کا طلوع

آیت اللہ سید عبدالکریم موسوی اردبیلی

تعارف: آیت اللہ سید عبدالکریم موسوی اردبیلی ایران کے ایک بلند مرتبہ مذہبی راہنما اور بااثر شخصیت ہیں آپ نے زندگی کا ایک طویل عرصہ عدالتی نظام کی تشکیل اور تربیت میں صرف کیا۔ آپ ایران کے چیف جسٹس بھی رہے۔ انقلاب اسلامی ایران کی پہلی شوری کے پانچ اراکین میں سے ایک تھے، حوائل سے ہی آپ نے عدالتی قوانین کی تدوین میں اہم کردار ادا کیا۔ زندگی کا ایک بڑا حصہ درس وتدریس سے متعلق رہے اور قم میں درس خارج دیتے رہے۔ اسی طرح اقتصادی مسائل کے حوالے سے بھی آپ نے اہم علمی وفقہی مباحث میں بنیادی کردار ادا کیا اور ایران کے بینکاری نظام کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے میں آپ کا اہم کردار ہے۔ آپ نے فقہ القضاء، فقہ الحدود، فقہ التعزیرات، فقہ الدیات، فقہ الشرکۃ والتامین، فقہ المضاربہ، اور فقہ القصاص نامی کتب تحریر کیں۔ قم میں مفید یونیورسٹی کا قیام بھی آپ کی علمی خدمات میں سے اہم ہے جہاں حقوق، اقتصاد، فلسفہ، علوم سیاسی اور علوم قرآنی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ زیر نظر مقالہ ان کی ویب سائٹ سے ماخوذ ہے جس میں امام رضا علیہ السلام کی حیات طیبہ پر مفصل طور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ادارہ

آٹھویں آفتاب ہدایت کو دیانت کے بہترین اور حکمت ویقین کے ابلتے ہوئے چشموں میں شمار کیا جاتا ہے اور آپ کے والد محترم امام کاظم علیہ السلام کے بعد نبوت کے اسرار اور رسالت وامامت کی امانتیں آپ تک منتقل ہوئیں حضرت امام علی رضا علیہ السلام پاک وپاکیزہ امام (ع) کے فرزند ہیں کہ جو پرآشوب وناگفتہ بہ حالات، سیاسی گھٹن وتشدد اور اپنے دور کے بے لگام حکمرانوں کی مختلف سازشوں کے باوجود احکام ومعارف الٰہی کو نشر کرتے رہے اور اہلبیت علیہم السلام کی تہذیب وثقافت کے متعلق ایک گرانقدر میراث آئندہ زمانے کے دوستداروں نیز چاہنے والوں کے لئے چھوڑی ہے۔

امام رضا علیہ السلام کی علمی منزلت اور روحانی ومعنوی شخصیت بھی دوستوں اور دشمنوں کے نزدیک قابل قبول تھی اور ہے جس زمانے میں بعض درباری علماء اور گمراہ ومنحرف سیاستمدار اس فکر میں تھے کہ اسلامی ثقافت وتہذیب کو نقصان پہنچائیں ایسے حالات میں اس قمر امامت نے الٰہی علوم کے ذریعہ اپنے نیک وپرہیزگار آباء واجداد کی راہ کو دوام بخشا اور خالص دینی موازین واصول کو زائل اور منحرف ہونے سے محفوظ رکھتے ہوئے اس پر کوئی آنچ نہیں آنے دی، سماج ومعاشرہ کے افکار کی نورانیت وترقی اور عباسی حکمرانوں کے حقیقی چہرے سے پردہ اٹھا کر انھیں لوگوں کو پہچنوانے نیز ان کے ناجائز قبضہ کے متعلق بہت اہم وموثر قدم اٹھائے اور تھوڑی دیر کے لئے بھی مخلص شاگردوں کی تربیت، لوگوں کی ہدایت ورہنمائی، حق کے دفاع اور باطل کے مقابلہ سے غفلت نہیں برتی بالآخرکار

اس راہ میں جام شہادت نوش فرمایا:

امام رضا علیہ السلام کے والد محترم امام موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی (علیہم السلام) ہیں اور آپ کی ماں پاک طینت و نیک کردار نجمہ خاتون ہیں جن کے متعلق ذیل میں بطور اختصار تذکرہ کرتے ہیں، نجمہ خاتون شمالی افریقہ یا یورپ کی باشندہ تھیں جو مدینۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں منتقل ہوئیں اور آپ کو تکتم مرسیہ کے نام سے یاد کیا جانے لگا، یاقوت حموی، مرسی کو جزیرہ سیسیل کے شہروں میں سے جانتے ہیں۔[1] لیکن کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ یہ وہی فرانس کے جنوب میں واقع مارسی بندرگاہ ہے۔[2] البتہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ان کو تکتم کے نام سے نہیں پکارتے تھے اور ساتویں امام علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے ان کا نام طاہرہ رکھا، ان کا لقب نجمہ تھا، ہاشم معروف بہ حسنی کہتے ہیں: امام رضا علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام خیزران تھا۔[3]

امام کاظم علیہ السلام کی مادر گرامی حمیدہ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ نجمہ ایک پاک و پاکیزہ نسل سے ہیں، بے شک میں نے عالم خواب میں رسول اکرم (ص) کو دیکھا آپ (ص) نے مجھ سے فرمایا: "اے حمیدہ نجمہ کو اپنے بیٹے موسیٰ علیہ السلام کے لئے انتخاب کرو، بے شک ان سے بہت جلد روئے زمین کا بہترین انسان پیدا ہوگا"۔[4]

امام رضا (ع) کی ولادت:

آپ کی مادر گرامی سے منقول ہے کہ جس وقت آپ (ع) شکم میں تھے میں نے کسی بھی طرح ان کی سنگینی و ثقل کا احساس اپنے اندر نہیں کیا اور جب آرام کرتی تو حق تعالیٰ کی تسبیح و تمجید اور (لا الٰہ الا اللہ) کے ذکر کی آواز اپنے شکم سے سنتی تھی لیکن جب بیدار ہوتی تو کوئی آواز میرے کان میں نہیں آتی تھی، جب آپ (ع) کی ولادت ہوئی تو نومولود اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے اپنے لبوں کو ہلا رہا تھا گویا کچھ پڑھ رہا ہے۔[5] اس طرح کا واقعہ دوسرے ائمہ معصومین علیہم السلام کی ولادت اور بعض انبیائے الٰہی کے لئے بھی نقل ہوا ہے، منجملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپنے میں گہوارہ کے اندر حکم خدا سے کلام کیا اور لوگوں سے بات کی، اس واقعہ کی تفصیل قرآن کریم میں موجود ہے۔[6]

امام رضا علیہ السلام کی ولادت ایک قول کی بنا پر بروز پنجشنبہ 11 / ربیع الاول سنہ 153 ہجری میں چھٹے امام علیہ السلام کی شہادت کے پانچ سال بعد مدینہ منورہ میں ہوئی۔ ثقۃ الاسلام شیخ کلینی نے آپ (ع) کی ولادت باسعادت کو سنہ 148 ہجری میں ذکر کیا ہے اور اسی کو صحیح جانا ہے۔[7] شیخ مفید نے بھی اس قول کی موافقت کی ہے۔[8] علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں اور کفعمی نے مصباح المنیر میں اسی نظریہ کو قبول کیا ہے لیکن ابن شہر آشوب سروی مازندرانی نے پہلی بات کو قبول کیا ہے اور مزید کہتے ہیں کہ اس بات کو غیاث ابن امید نے اہل مدینہ سے سنا ہے۔

بہر حال امام رضا علیہ السلام حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے عظیم، دانشمند، شریف، مقدس اور زاہد تھے جنہوں نے اس تاریخ میں اپنے بابرکت وجود سے مدینہ کو منور کیا اور خوشی و مسرت سے سرشار کر دیا۔[9]

آٹھویں امام (ع) کا نام علی (ع) رکھا گیا، ابو عمارہ کہتے ہیں: جب میں نے ساتویں امام (ع) سے عرض کیا کہ آپ (ع) اپنے بعد کے امام (ع) کا تعارف کروائیں تو امام کاظم علیہ السلام نے امامت کے امر الٰہی ہونے کی وضاحت کے بعد کہا کہ امام، خدا

اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے معین ہوتا ہے اور فرمایا:

میرے بعد منصب امامت میرے بیٹے علی (ع) کو ملے گا کہ جو پہلے امام علی بن ابی طالب (ع) اور چوتھے امام علی بن الحسین (ع) کے ہمنام ہیں۔[10]

آٹھویں امام (ع) کا لقب رضا ہے۔[11] ان کے القاب میں صابر، فاضل، وفی اور مرضی بھی معتبر کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے۔[12] لغت کی کتابوں میں رضا کے متعدد معانی جیسے دوست، محب اور خوشنودی وغیرہ بیان ہوئے ہیں لیکن شیعہ علماء نے اس لقب کو راضی بہ رضائے خدا اور مرضی خدا ورسول کے معنی میں بیان کیا ہے۔

علامہ مجلسی نے کتاب جلاء العیون میں امام رضا علیہ السلام کے حالات میں مذکورہ اسماء والقاب اور کنیت کے علاوہ مزید لکھا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو قرۃ العین المومنین اور غیظ الملحدین بھی کہا گیا ہے۔[13]

بے شمار فضائل:

جب ائمہ معصومین علیہم السلام کے فضائل کے متعلق بات چیت ہوتی ہے تو عقل حیران وششدر رہ جاتی ہے، زبان گنگ اور قلم میں تاب نہیں رہتی، اور سبھی لوگ ان عرش نشیں ذوات مقدسہ کے فضائل کے بیان کے متعلق اپنی عاجزی وناتوانی کا اعتراف کرتے ہیں اور ہمارے کانوں میں زیارت جامعہ کے درج ذیل فقرے نغمہ سرائی کرتے ہیں:

بِأَبِي أَنْتُمْ وَ أُمِّي وَ نَفْسِي وَ أَهْلِي وَ مَالِي مَنْ أَرَادَ اللَّهَ بَدَأَ بِكُمْ وَ مَنْ وَحَّدَهُ قَبِلَ عَنْكُمْ وَ مَنْ قَصَدَهُ تَوَجَّهَ بِكُمْ مَوَالِيَّ لَا أُحْصِي ثَنَاءَكُمْ...

میرے ماں باپ وجان واہل اور مال آپ پر فدا ہوں جس نے اللہ کا ارادہ کیا اس نے آپ سے شروع کیا اور جس نے خدا کی وحدانیت کو پہچانا اس نے آپ سے پہچانا وقبول کیا اور جس نے اللہ کا قصد وارادہ کیا اس نے آپ کی طرف توجہ کے ذریعہ ایسے کام کی توفیق پائی (اے) ہمارے ائمہ ورہبرا ہم آپ کے صفات کمالیہ کو شمار نہیں کر سکتے ہیں......[14]

ائمہ معصومین علیہم السلام کے فضائل کی رفعت اس قدر بلند وبالا ہے کہ علماء ودانشمندان کے مقام ومنزلت کو سمجھنے سے عاجز وناتواں ہیں، دنیا کے فصحاء وبلغاء ان کے بیان سے گنگ ہیں۔ مقالہ نگار کی کوشش ہے کہ اپنی قوت وطاقت کے مطابق ان کے فضائل کے کچھ گوشوں پر روشنی ڈالے۔

1-عالم آل محمد (ص)

آٹھویں امام علیہ السلام کا علم اس قدر نمایاں اور درخشاں ہے کہ انہیں (عالم آل محمد (ص)) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ محمد ابن اسحاق اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ساتویں امام (ع) اپنے بیٹوں کو اس طرح وصیت فرماتے تھے۔

اخوکم علی بن موسی عالم آل محمد فاسألوہ عن ادیانکم و احفظوا ما یقول لکم، فانی سمعت ابی جعفر بن محمد غیر مرۃ یقول لی: ان عالم آل محمد لفی صلبک، ولیتنی ادرکتہ فانہ سمی امیر المؤمنین علی

تمہارے بھائی علی بن موسیٰ (عالم آل محمد) ہیں اپنے دینی مسائل ان سے پوچھو اور وہ جو کچھ تم سے کہیں انھیں یاد رکھو۔ میں نے اپنے والد جعفر ابن محمد (ع) سے بارہا سنا ہے کہ مجھ سے فرماتے تھے: بے شک عالم آل محمد (ع) آپ کی صلب میں ہیں اے کاش میں ان کو درک کرتا، کیونکہ وہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے ہمنام ہیں"۔[15]

امام رضا علیہ السلام کا علم اس قدر روز روشن کی طرح واضح تھا کہ اہل سنت کے معتبر علماء اور متعصب دانشمند جیسے ابن حجر عسقلانی اور سمعانی ان کی مدح و ثناء کرتے ہوئے کہتے ہیں!"وکان الرضا من اہل العلم والفضل مع شرف النسب؛ حضرت امام رضا علیہ السلام اہل علم و فضل میں سے تھے اور نسبی شرافت کے حامل تھے"۔[16]

2-بندگی و عبودیت کے نمونے

امام علی رضا علیہ السلام فضائل و کمالات کے لحاظ سے مخلوق میں سب سے بلند مرتبہ پر فائز تھے اور پروردگار کی عبادت و بندگی میں تمام لوگوں سے آگے تھے کیونکہ فضائل و کمالات اور الٰہی بلند و بالا مقامات تک پہنچنے کے اسرار و رموز انھی امور عبادت میں پوشیدہ ہیں، اب ہم یہاں پر امام رضا علیہ السلام کی عبادت کے کچھ نمونے ذکر کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ ان کی عملی سیرت کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔

2-1-قرآن کے مصاحب و ہمنشیں:

وَ كَانَ الْمَأْمُونُ يَمْتَحِنُهُ- بِالسُّؤَالِ عَنْ كُلِّ شَيْءٍ فَيُجِيبُ فِيهِ- وَ كَانَ كَلَامُهُ كُلُّهُ وَ جَوَابُهُ وَ تَمَثُّلُهُ انْتِزَاعَاتٍ مِنَ الْقُرْآنِ- وَ كَانَ يَخْتِمُهُ فِي كُلِّ ثَلَاثٍ وَ يَقُولُ لَوْ أَرَدْتُ أَنْ أَخْتِمَهُ- فِي أَقْرَبَ مِنْ ثَلَاثٍ لَخَتَمْتُ وَ لَكِنِّي مَا مَرَرْتُ بِآيَةٍ- قَطُّ إِلَّا فَكَّرْتُ فِيهَا وَ فِي أَيِّ شَيْءٍ أُنْزِلَتْ- وَ فِي أَيِّ وَقْتٍ فَلِذَلِكَ صِرْتُ أَخْتِمُهُ فِي ثَلَاثَةٍ

ایام؛ مامون، امام رضا علیہ السلام سے ہر چیز کے متعلق سوال کر کے ان کا امتحان لیتا تھا اور امام علی رضا علیہ السلام اس کے سوالوں کے جوابات دیتے تھے، امام علیہ السلام کے کلام، جوابات، مثالیں اور جو کچھ بھی بیان فرماتے تھے، وہ سب قرآنی مطالب و مفاہیم پر مشتمل ہوا کرتے تھے۔ آپ (ع) ہر تین دن میں ایک بار قرآن کو ختم کرتے تھے اور فرماتے تھے اگر میں چاہوں تو تین دن سے کم میں قرآن کو ختم کر دوں لیکن جب بھی کوئی آیت پڑھتا ہوں تو اس میں غور و فکر اور تدبر کرتا ہوں نیز اس بات پر توجہ کرتا ہوں کہ (یہ آیت) کس چیز کے بارے میں اور کس وقت نازل ہوئی ہے یہی چیز باعث ہوا کرتی ہے کہ میں تین دن میں قرآن ختم کروں۔[17]

2-2-طولانی سجدے

امام رضا علیہ السلام کی ایک کنیز کا بیان ہے کہ اسے کوفہ کی کچھ کنیزوں کے ساتھ خرید کر مامون کے محل میں لایا گیا، اس کے محل میں ایسا لگتا تھا کہ گویا میں جنت میں ہوں اور کھانے پینے کی بہترین چیزیں موجود رہتی تھیں جن سے ہم استفادہ کرتے تھے۔ اس کے بعد مامون نے مجھے امام رضا علیہ السلام کو ہبہ کر دیا، جس وقت میں امام رضا علیہ السلام کے گھر میں گئی تو جن تمام مادّی و دنیوی نعمتوں

سے مامون کے گھر میں بہرہ مند تھی وہ سب ہاتھوں سے کھو بیٹھی۔ اس کے بعد ہر رات کو نماز شب کے لئے بیدار ہوتی تھی...... یہاں تک کہ امام رضا علیہ السلام نے مجھے عبداللہ ابن عباس کو بخش دیا۔ جس وقت ان کے گھر میں داخل ہوئی تو ایسا لگنے لگا کہ میں ایک نئی جنت میں آ گئی ہوں۔ راوی کہتا ہے: میں نے اس سے آٹھویں امام علیہ السلام کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: کان اذا صلی الغداۃ — و کان یصلیھا فی اول وقتھا — ثم یسجد فلا یرفع راسہ الی ان ترفع الشمس؛

امام علیہ السلام جب نماز صبح پڑھتے تھے اور آپ (ع) ہمیشہ نماز صبح کو اول وقت میں پڑھا کرتے تھے۔ پھر وہ سجدہ میں سر رکھتے تھے اور سورج کے طلوع ہونے تک سجدہ سے سر نہیں اٹھاتے تھے۔[18]

3-2- نماز سے لگاؤ اور رغبت

اباصلت کہتے ہیں میں (سرخس) میں جس گھر میں امام (ع) کو قید میں رکھا تھا وہاں گیا اور داروغہ زندان سے اجازت مانگی تا کہ امام علیہ السلام کی خدمت میں جاؤں تو اس نے کہا: تم ان کے پاس نہیں جا سکتے، میں نے پوچھا کیوں نہیں جا سکتا ہوں؟ اس نے جواب دیا: لانہ ربما صلی فِي يَوْمِهِ وَ لَيْلَتِهِ أَلْفَ رَكْعَةٍ - وَ إِنَّمَا يَنْفَتِلُ مِنْ صَلَاتِهِ سَاعَةً فِي صَدْرِ النَّهَارِ - وَ قَبْلَ الزَّوَالِ وَ عِنْدَ اصْفِرَارِ الشَّمْسِ - فَهُوَ فِي هَذِهِ الْأَوْقَاتِ قَاعِدٌ فِي مُصَلَّاهُ يُنَاجِي رَبَّهُ؛

اس لئے کہ امام (ع) رات و دن میں ہزار رکعت نماز پڑھتے ہیں اور دن کے شروع میں صرف ایک گھنٹہ، ظہر سے پہلے ایک گھنٹہ اور ایک گھنٹہ سورج کے ڈوبنے سے پہلے نماز سے فارغ ہوتے ہیں، وہ ان اوقات میں بھی مصلے پر ہوتے ہیں اور اپنے پروردگار سے مناجات و راز و نیاز کرتے ہیں۔

اباصلت کہتے ہیں: میں نے اس سے کہا انہیں اوقات میں میرے لیے ان سے اجازت لے لو، اس نے میرے کہنے کے مطابق اجازت لی اور میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ غور و فکر اور تدبر میں مشغول تھے۔[19]

3- تواضع اور انکساری

امام رضا علیہ السلام ان تمام فضائل و کمالات کے باوجود لوگوں سے بہت ہی تواضع و انکساری کے ساتھ پیش آتے تھے جبکہ آپ اپنی عمر کے ایک حصہ میں ولی عہدی کے مقام پر فائز تھے اس کے باوجود آپ لوگوں سے بڑی تواضع سے ملتے تھے، ان کی یہ عملی سیرت و رفتار شیعوں کے لئے بہترین نمونہ عمل ہے خاص طور سے حکومت کے افراد کے لئے۔

ایک دن امام (ع) حمام کے ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے ایک شخص آیا اور بے احترامی کے ساتھ ان سے کہا: میرے سر پر پانی ڈالو، آپ (ع) بہت ہی انکساری کے ساتھ اس کے سر پر پانی ڈال رہے تھے۔ اچانک ایک آدمی داخل ہوا جو امام (ع) کو پہچانتا تھا اس نے چیخ کر آواز دی اور کہا: ھلکت و اھلکت، اتستخدم ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و امام المسلمین،

تم ہلاک ہو گئے اور ہلاک کر دیا (یہ اس بات کا کنایہ تھا کہ تمہارا یہ کام ہماری بھی ہلاکت و نابودی کا باعث ہوگا) کیا تم رسول (ص) کے فرزند اور مسلمانوں کے امام و پیشوا سے خدمت لے رہے ہو؟۔

یہ آدمی جس نے ابھی ابھی امام علیہ السلام کو پہچانا تھا اپنے کو حضرت (ع) کے پیروں پر گرا دیا اور ان کے پیروں چومتے ہوئے کہہ رہا تھا: "هلا عصیتنی اذا امرتک" جب میں آپ سے کہا تو میری بات کی مخالفت کیوں نہیں کی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: انها مثوبة و ما اردت ان اعصیک فیما اثاب علیه؛ اس کام کا ثواب ہے اور میں نے نہیں چاہا کہ جس کام پر مجھے ثواب ملے گا میں اس کے متعلق تمہاری مخالفت کروں۔[20]

4-سخاوت و بخشش

یعقوب بن اسحاق نوبختی کہتے ہیں: ایک دن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک آدمی نے آکر کہا: "اعطنی علی قدر مروتک؛ اپنی حیثیت کے مطابق مجھے مال و دولت سے نوازیں، امام علیہ السلام نے فرمایا: لا یسعنی ذلک؛ اس مقدار میں نہیں دے سکتا!

اس آدمی نے کہا: علی قدر مروتی؛ پھر میری حیثیت کے مطابق مجھے عطا کریں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: ہاں اس مقدار میں دوں گا اس کے بعد اپنے غلام سے فرمایا: اسے دو سو دینار دے دو"۔[21]

اسی طرح یسع بن حمزہ کا بیان ہے: ایک شخص نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت حاضر ہو کر کہا: "اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر سلام ہو! میں آپ اور آپ کے آباء و اجداد کے دوستوں و محبوں میں سے ہوں اور حج کے سفر سے واپس آرہا ہوں، میرے پاس رقم اور زاد راہ بہت کم ہے میں اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا ہوں، اگر مناسب ہو تو میری امداد کریں تا کہ میں اپنے شہر اور وطن واپس جا سکوں، خدائے متعال نے مجھے نعمتوں اور امکانات سے نوازا ہے اگر میں وطن پلٹ جاؤں تو جو کچھ آپ عطا کریں گے میں انھیں آپ کی جانب سے راہ خدا میں صدقہ دوں گا اور مجھے صدقہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اس وقت امام علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد آکر اپنے ہاتھ کو پوشیدہ طریقہ سے دروازہ کے باہر نکالا اور اس شخص سے فرمایا:

یہ دو سو دینار ہیں انھیں لے لو، ان سے استفادہ کرو اور اس چیز کی ضرورت نہیں ہے کہ میری طرف سے صدقہ دو، خدا حافظ، جاؤ میں تمہیں نہیں دیکھوں گا اور تم بھی مجھے نہیں دیکھو گے۔

اس واقعہ کے بعد جب حضرت (ع) گھر سے باہر آئے تو آپ سے سوال کیا گیا کہ اس کی اس طرح امداد کیوں فرمائی؟ (اپنے چہرہ کو ان سے مخفی کیا)۔

امام (ع) نے فرمایا: مَخَافَةَ أَنْ أَرَى ذُلَّ السُّؤَالِ فِي وَجْهِهِ لِقَضَائِي حَاجَتَهُ، أَمَا سَمِعْتَ حَدِيثَ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه و آله: الْمُسْتَتِرُ بِالْحَسَنَةِ يَعْدِلُ سَبْعِينَ حَجَّةً، وَ الْمُذِيعُ بِالسَّيِّئَةِ مَخْذُولٌ، وَ الْمُسْتَتِرُ بِهَا مَغْفُورٌ لَهُ؟، اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اس کے چہرہ پر مانگنے کی ذلت و خواری کو اس کی حاجت کی برآری کے وقت دیکھوں، کیا تم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث نہیں سنی ہے: جو نیک کام کو پوشیدہ طور پر انجام دے وہ ستر حج کے برابر ہے اور جو گناہ و معصیت کو ظاہر کرے گا وہ ذلیل و خوار ہوگا اور جو شخص اپنے گناہ و معصیت کو دوسروں سے چھپائے گا وہ معاف کر دیا جائے گا۔[22]

امام (ع) کے زمانے کے حکمران وخلفاء

حضرت (ع) کی مدت امامت بیس سال تھی جن میں سے دس سال (ہارون رشید) کا زمانہ اور پانچ سال (محمد امین) کا زمانہ اور آخری پانچ سال (عبداللہ مامون) کا زمانہ تھا یہ افراد امام رضا علیہ السلام کے زمانے کے حکمران تھے۔

امام علیہ السلام، مامون کی خلافت کے آغاز تک اپنے آبائی وطن مدینہ منورہ میں مقیم رہے، لیکن مامون نے حکومت پر بیٹھتے ہی حضرت (ع) کو خراسان بلایا اور آخرکار امام (ع) صفر کے مہینہ میں سنہ 203 ہجری میں 55 / سال کی عمر میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے اور اسی جگہ پر سپرد لحد کئے گئے۔[23]

امام علیہ السلام، ہارون کے زمانے میں

سنہ 183 ہجری سے کہ جس وقت ہمارے ساتویں امام حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بغداد کے قید خانہ میں ہارون رشید کے حکم سے زہر دیا گیا اور آپ کی شہادت ہوئی اس وقت سے لے کر دس سال تک آٹھویں امام علیہ السلام کی امامت ہارون کے دور حکومت میں گزری۔

یہ مدت ہارون کے زمانے کی خودغرضی، استبداد، اور گھٹن کا زمانہ تھا جو کسی حد تک آزادی اور امام رضا علیہ السلام کی علمی وثقافتی فعالیت کا دور شمار ہوتا ہے، اس لئے کہ اس مدت میں ہارون امام (ع) کے کاموں میں مداخلت نہیں کرتا تھا اور حضرت (ع) آزادی کے ساتھ اپنی فعالیت وسرگرمی میں مصروف تھے جس کی بنا پر امام (ع) نے مایہ ناز شاگردوں کی تربیت کی، علوم ومعارف اسلامی اور قرآنی تعلیمات کے جو حقائق اسلامی دنیا میں نشر فرمائے ہیں وہ خاص طور پر اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔

شاید ہارون کی طرف سے سختی اور مشکلات میں کمی کا اصل سبب یہ رہا ہو کہ وہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے قتل کے عواقب و انجام سے پریشان تھا کیونکہ ہارون نے اپنی جنایت وخیانت کے چھپانے میں ہر طرح کی جتن وکوشش کی تھی مگر اس کے باوجود راز فاش ہو گیا جو لوگوں کی نفرت اور ناراضگی کا باعث بن گیا اور ہارون پوری کوشش میں لگا تھا کہ اپنے آپ کو اس گناہ نابخشودنی سے مبرا دکھائے۔ اس بات پر گواہ یہ مطلب ہے کہ ہارون نے اپنے چچا (سلیمان بن ابی جعفر) کو جنھوں نے حضرت (ع) کے جنازہ کو ہارون کے ظالم افراد، ایجنٹوں اور کارکنوں سے لے کر احترام کے ساتھ سپرد لحد کیا، پیغام بھیجا کہ خدا سندی بن شاہک پر لعنت کرے اس نے یہ کام میری اجازت کے بغیر انجام دیا ہے۔[24]

اس بات کی دوسری تصدیق یہ ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق ہارون نے (یحیی ابن خالد برمکی) کے جواب میں کچھ باتوں کا اظہار کیا، یحییٰ نے (جو پہلے بھی امام کاظم علیہ السلام کی برائی اور چغل خوری کیا کرتا تھا) ہارون سے کہا:

موسیٰ بن جعفر کے بعد ان کا بیٹا ان کی جگہ پر بیٹھ کر امامت کا دعویٰ کر رہا ہے (گویا وہ چاہتا تھا کہ وہ کہے بہت اچھا ہوگا کہ ابھی سے علی بن موسیٰ علیہ السلام کو ہارون کے جاسوسوں کے زیر نظر رکھا جائے) ہارون (جس نے ابھی امام کاظم علیہ السلام کے قتل کو فراموش نہیں کیا تھا اور اس کے انجام سے پریشان تھا) نے جواب دیا: "کیا جو کچھ ان کے والد کے ساتھ کیا ہے وہ کافی نہیں ہے؟ تم چاہتے ہو کہ ایک ہی بار میں تلوار اٹھا کر تمام علویوں کو قتل کر ڈالوں؟؟"۔[25]

ہارون کے غیظ وغضب نے تمام درباریوں کو چپ کر دیا پھر تو کسی میں جرأت نہ رہی کہ حضرت (ع) کے بارے میں کوئی شخص چغلخوری کرتا۔

امین کے زمانے میں کچھ آزادی

امین کے دور حکومت میں ہارون کی موت اور مامون کی حکومت کے درمیانی برسوں میں امام (ع) اور عباسی حکومت کے ایجنٹوں اور کارندوں کے درمیان تاریخ میں کوئی ایسا ٹکراو دکھائی نہیں دیتا، بالکل واضح ہے کہ بنی عباس کی خلافت کا نظام ان مختصر برسوں میں داخلی اختلافات وخانہ جنگی، امین و مامون کے جھگڑے اور مامون کو ولی عہدی سے ہٹانے نیز اسے امین کے بیٹے موسیٰ کو سونپنے میں گرفتار تھے۔ جس کی وجہ سے حکومت کو علویوں اور امام علیہ السلام کی ایذا رسانی کا موقع نہ ملا، ہم ان برسوں سنہ 193ھ سے سنہ 198ھ تک دوسرے برسوں کی بہ نسبت امام (ع) کی آزادی اور حضرت (ع) کی ثقافتی فعالیت وسرگرمیوں کے سال کہہ سکتے ہیں۔[26]

آٹھویں امام (ع) ہارون کے دور میں

مامون کے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی امام رضا علیہ السلام کی زندگی کا ایک نیا صفحہ حیات کھلا، زندگی کے اس صفحہ حیات میں امام رضا (ع) نے غم واندوہ، پریشانیوں اور بڑی مشکلوں میں گزارا۔

غاصبین خلافت خواہ وہ بنی عباس ہوں یا بنی امیہ ان کی سب سے بڑی مشکل و پریشانی خاندان علی (ع) کی طرف سے تھی۔ اور لوگوں میں حداقل ایک کثیر تعداد، خلافت کو اولاد علی (ع) کا مسلّم حق جانتی تھی، اس کے علاوہ ان کے اندر ہر طرح کے فضائل موجود تھے، یہی وجہ تھی جس کی بنا پر اولاد علی (ع) مسلسل خلفائے وقت کی طرف سے اذیت وشکنجہ میں رہتی تھی اور انھیں کے ہاتھوں سے شہید کی جاتی تھی۔

لیکن مامون بعض اوقات اپنے کو شیعہ ظاہر کرتا تھا اور حکومت کو چلانے والے غالباً ایرانی تھے جو آل علی (ع) اور ائمہ معصومین (ع) سے خاص عقیدت ومحبت رکھتے تھے، جس کی وجہ سے وہ اپنے آباء واجداد ہارون ومنصور کی طرح امام رضا (ع) کو قید خانہ میں نہیں ڈال سکتا تھا اور نہ تو اذیت وآزار دے سکتا تھا بنا برایں اس نے ایک نیا طریقہ نکالا اگر چہ یہ طریقہ پہلے بھی کسی حد تک موجود رہا ہے اور گذشتہ خلفاء وحکام نے اس پر عمل بھی کیا ہے مگر بہر حال یہ طریقہ دیکھنے میں خوشنما اور مشکلات کے لحاظ سے کسی حد تک کم رہا ہے جس کی وجہ سے بعد کے حکمرانوں اور خلفاء کی روش اور طریقہ کار اسی نہج پر باقی رہا۔

مامون نے یہ قصد کیا کہ امام (ع) کو مرو یعنی اپنے دار الحکومت میں لے آئے اور حضرت (ع) سے محبت ودوستی سے پیش آئے اسی کے ساتھ ساتھ امام (ع) کی علمی وسماجی موقعیت کے ضمن میں ان کے کاموں پر بطور کامل نظر رکھے۔

مامون کی طرف سے امام (ع) کو خراسان کی دعوت:

مامون نے شروع میں بڑے احترام سے امام (ع) کو دعوت دی کہ آپ آل علی (ع) کے بزرگوں کے ساتھ مرکز خلافت میں تشریف لائیں، امام (ع) نے مامون کی دعوت قبول نہ کی، لیکن مامون کی طرف سے مسلسل اصرار اور تاکید ہوتی رہی اور

مراسلات کا سلسلہ جاری رہا، متعدد خطوط کا تبادلہ جس کے نتیجہ میں امام (ع) آل ابوطالب (ع) کے بزرگوں کے ساتھ مرو کی طرف چل پڑے۔[27]

مامون نے "جلودی" کو یا دوسری نقل کی بنا پر "رجاء بن ابی ضحاک" جو امام (ع) کو لانے اور ان کی ہمراہی پر مامور تھے، حکم دیا تھا کہ قافلہ والوں کے احترام میں ہر ممکن کوشش کریں خاص طور سے امام (ع) کا مکمل طریقہ سے احترام کریں مگر امام علیہ السلام لوگوں کی آگہی کے لئے واضح و آشکار طور پر اس سفر سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے تھے۔

جس دن امام (ع) مدینہ سے کوچ کرنا چاہتے تھے اپنے خاندان والوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ میرے لئے گریہ وزاری کرو اس کے بعد کہا: "میں اب اپنے گھر والوں میں پلٹ کر نہیں آؤں گا"۔[28]

اس وقت مسجد رسول خدا (ص) میں پیغمبر اکرم (ص) کی طرف واپس گئے اور بلند آواز سے گریہ و بکاء کیا۔

(مخول سیستانی) کہتے ہیں: میں نے اسی وقت حضرت (ع) کی خدمت میں شرفیاب ہو کر سلام کیا اور خدا حافظ کہا، امام علیہ السلام نے فرمایا:

مخول مجھے اچھی طرح دیکھو، میں اپنے جد بزرگوار کے پاس سے دور ہو رہا ہوں اور عالم غربت میں شہید ہوں گا اور ہارون کے پاس دفن کیا جاؤں گا۔[29]

امام (ع) کے قافلہ کے چلنے کا راستہ مدینہ سے مرو تک مامون کے دستور کے مطابق بصرہ، اہواز اور فارس سے ہوتا ہوا تھا، شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ جبل (ایران کا مغربی پہاڑی علاقہ ہمدان وقزوین تک) وکوفہ وکرمانشاہ اور قم جو شیعوں کا مرکز تھا ان علاقوں سے امام (ع) عبور نہ کریں۔[30]

دار الحکومت میں آمد

امام (ع) کا قافلہ دس شوال المکرم کو مرو میں پہنچا، شہر تک پہنچنے میں چند فرسخ باقی تھے کہ مامون، فضل بن سہل اور بنی عباس کے امراء و بزرگوں نے حضرت (ع) کا استقبال کیا اور شایان شان احترام کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے اور مامون کے دستور کے مطابق رفاہ و آسائش کے تمام تر وسائل امام (ع) کے لئے موجود تھے۔

راستے کی تھکاوٹ و خستگی کی وجہ سے استراحت کے طور پر چند روز گزرنے کے بعد حضرت امام رضا علیہ السلام اور مامون کے درمیان گفتگو کا آغاز ہوا اور مامون نے خلافت کو مکمل طور پر حضرت (ع) کے حوالہ کرنے کی تجویز پیش کی، لیکن امام (ع) نے اس کی تجویز قبول کرنے کو سختی سے منع کیا۔

فضل بن سہل نے بڑا تعجب کیا تھا:

میں نے خلافت کو اس دن سے زیادہ بے قیمت اور ذلیل و خوار ہوتے نہیں دیکھا، مامون خلافت کو علی بن موسیٰ علیہ السلام کے حوالہ کر رہا تھا اور وہ اس کو قبول نہیں کر رہے تھے۔[31]

مامون شاید امام علیہ السلام کے امتناع کا پہلے تخمینہ لگا چکا تھا۔ اس نے کہا:

جب ایسا ہے تو آپ ولی عہدی کو قبول فرمائیں! امام (ع) نے فرمایا: میں اس کو بھی قبول کرنے سے معذور ہوں۔

مامون نے امام (ع) کے عذر کو قبول نہیں کیا اور ایک جملہ خشم و غصہ سے کہا جو دھمکی سے خالی نہ تھا اس نے کہا:

عمر ابن خطاب نے انتقال کے وقت شوریٰ کو چھ آدمیوں میں قرار دیا جن میں ایک امیر المؤمنین علیہ السلام تھے اور یہ وصیت کی کہ جو مخالفت کرے اس کی گردن اڑا دی جائے! آپ بھی ہماری تجویز کو قبول کریں اس لئے کہ میں اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں دیکھ رہا ہوں!۔[32]

اس نے اس سے بھی زیادہ صریحی طور پر امام علیہ السلام کو دھمکی دی اور مجبور کرتے ہوئے کہا:

آپ مسلسل میری مرضی کے خلاف پیش آرہے ہیں اور اپنے کو امن و امان میں سمجھ رہے ہیں خدا کی قسم اگر میری ولی عہدی کی تجویز کو ٹھکرائیں گے تو میں اس کے قبول کرنے پر جبر و اکراہ سے کام لوں گا، اور اگر اس کے بعد بھی آپ ٹھکرائیں گے تو میں آپ کو قتل کر دوں گا!۔[33]

امام (ع) نے مجبوری کے طور پر اس کی تجویز کو قبول کرتے ہوئے فرمایا:

میں اس شرط پر تمہاری ولی عہدی قبول کروں گا کہ ہرگز تمہاری حکومت و مملکت میں دخالت نہ کروں اور نظام حکومت و خلافت کے کسی امر میں جیسے حکام کو معین و معزول کرنا، قضاوت اور فتویٰ وغیرہ میں کوئی دخالت نہ کروں گا۔[34]

ساتویں ماہ رمضان بروز دوشنبہ مامون کی تحریر سے ولی عہدی کا منشور لکھا گیا اور اسی کاغذ کی پشت پر امام رضا علیہ السلام نے بھی ایک مقدمہ لکھا جو اشارہ و ایماء سے بھرا ہوا تھا اس ولی عہدی کے قبول کرنے کا اعلان کیا، لیکن اس چیز کی یاد دہانی کی کہ یہ امر پورا نہیں ہوگا! اس کے بعد اسی نوشتہ پر حکومت کے بزرگوں اور عہدہ داروں نے جیسے یحیٰی ابن اکثم، عبداللہ بن طاہر اور فضل بن سہل وغیرہ نے دستخط کئے۔

پھر بیعت کے پر شکوہ مراسم اسی مہینہ کی دسویں تاریخ کو عمل میں لائے گئے اور امام (ع) ولی عہدی کی مسند پر بیٹھے۔ سب سے پہلے جس نے مامون کے حکم سے امام (ع) کے ہاتھ پر بیعت کی وہ مامون کا بیٹا (عباس) تھا اس کے بعد فضل بن سہل (وزیر اعظم)، (یحیی بن اکثم) دربار کا مفتی (عبداللہ بن طاہر) فوج کا کمانڈر، اس کے بعد بنی عباس کے بزرگ افراد جو وہاں موجود تھے ان لوگوں نے حضرت (ع) کی بیعت کی۔[35]

ولی عہدی کا موضوع فطری طور پر حضرت امام رضا علیہ السلام کے دوستوں اور شیعوں کے لئے خوشی و مسرت کا باعث تھا لیکن خود حضرت (ع) اس چیز سے رنجیدہ و مغموم تھے اور جب آپ (ع) نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ بہت زیادہ خوشی کا اظہار کر رہا ہے تو اسے اپنے پاس بلا کر فرمایا: "اس چیز سے اپنا دل نہ لگاؤ اور اس سے خوش نہ رہو کیونکہ اس میں کوئی دوام نہیں ہے"۔[36]

امام رضا (ع) شہادت

حضرت (ع) کی شہادت کے متعلق تمام شیعہ علماء اور علمائے اہل سنت کی کثیر تعداد قائل ہے کہ آپ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔ شہادت کے عامل میں نظریاتی اختلاف ہے اس کے متعلق کچھ اقوال موجود ہیں جن کی طرف ہم اشارہ کریں گے۔

قول مشہور یہ ہے کہ حضرت (ع) کو خلیفہ مامون عباسی نے زہر دے کر شہید کیا!

بعض علمائے اہل سنت قائل ہیں کہ مامون نے امام رضا علیہ السلام کو مسموم نہیں کیا ہے وہ لوگ اپنے اس قول کے متعلق کچھ دلیلیں بھی بیان کرتے ہیں، منجملہ ان دلیلوں میں سے یہ ہے کہ مامون نے اپنی بیٹی کی شادی امام محمد تقی علیہ السلام سے کی ہے۔ مامون علماء کے سامنے امام رضا علیہ السلام کی فضیلت و برتری پر دلیل قائم کرتا تھا۔ امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد مامون بہت زیادہ رنجیدہ و غمگین تھا وغیرہ وغیرہ، ہم اس سلسلہ میں کہیں گے کہ ان دلیلوں میں سے کسی ایک دلیل کو بطور سند و دلیل نہیں پیش کیا جاسکتا ہے۔

بعض علمائے اہل سنت قائل ہیں کہ امام (ع) کو زہر دیا گیا اور اس جنایت و خیانت کے باعث (مامون کے علاوہ) بنی عباس ہیں۔

نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمائیں ابن جوزی کہتا ہے:

جب عباسیوں نے دیکھا کہ (ولی عہدی کے ذریعہ) خلافت ان کے ہاتھ سے نکل کر علویوں کے ہاتھ میں آگئی تو ان لوگوں نے امام رضا علیہ السلام کو مسموم کر دیا۔[37]

یہ قول بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اکثر مورخوں اور راویوں کا اتفاق ہے کہ مامون نے امام رضا علیہ السلام کو زہر دیا ہے اور اس کے علاوہ کسی دوسرے نے نہیں دیا۔[38]

اس کے علاوہ مامون اس کام کے لئے سازش بھی رچا رہا تھا جس کی طرف اشارہ کیا جائے گا۔ امام رضا علیہ السلام سے کچھ روایتیں منقول ہیں جن میں حضرت (ع) نے اپنی شہادت کی پیشن گوئی کی ہے اور اس جنایت کا عامل مامون کو بتایا ہے۔

امام رضا علیہ السلام ہرثمہ ابن اعین سے کہتے ہیں:

میری موت کا وقت آگیا ہے اس طاغی و سرکش (مامون) نے ارادہ کیا ہے کہ مجھے مسموم کرے......۔[39]

شہید مطہری لکھتے ہیں:

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام رضا علیہ السلام کو زہر دیا گیا اور اس کا ایک بنیادی سبب (مامون کے خلاف) بغداد میں بنی عباس کا قیام تھا، مامون نے اس وقت حضرت امام رضا علیہ السلام کو مسموم کیا کہ جب وہ خراسان سے بغداد کی طرف جا رہا تھا اور مسلسل اسے بغداد کے حالات کی خبر دی جا رہی تھی، اس کو اطلاع دی گئی کہ بغداد میں قیام کیا گیا ہے اور اس نے دیکھا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کو ولی عہدی سے معزول نہیں کر سکتا ہے اور اگر اسی حالت میں وہاں جائے تو کام بڑا سخت اور مشکل ہوگا۔ اس نے وہاں جانے کا زمینہ فراہم کرنے کے لئے اور یہ کہ بنی عباس سے کہے کہ کام تمام ہو چکا ہے اس نے حضرت (ع) کو زہر دیا اور بنیادی علت کہ جس کو سب بتاتے ہیں، یہ قابل قبول بھی ہے اور تاریخ کے مطابق ہے یہی سچ ہے۔[40]

تاریخ طبری کے مولف لکھتے ہیں:

مامون نے بغداد میں عباسیوں کے پاس علی بن موسی علیہ السلام کے اس دنیا سے چلے جانے کے متعلق خط لکھا اور ان

لوگوں سے کہا کہ اپنی اطاعت کرنے کی دعوت دی، کیونکہ ان لوگوں کی دشمنی مامون سے امام رضا علیہ السلام کی بیعت کے سوا کچھ اور نہیں تھی۔[41]

دوسرے اسباب میں سے جس کو مؤرخین نے امام رضا علیہ السلام کے قتل کے بارے میں لکھا ہے وہ اس کینہ وحسد کو جانتے ہیں جو مامون نے حضرت (ع) کے سلسلہ میں اپنے دل میں رکھا تھا، طبرسی لکھتے ہیں:

وہ سبب جو باعث بنا کہ مامون، امام رضا علیہ السلام کو شہید کرے یہ تھا کہ حضرت (ع) بغیر خوف وہراس کے حق بات مامون کے سامنے کہہ دیتے تھے اور اکثر وبیشتر موقعوں پر آپ (ع) مامون کے مقابلہ میں حق بات کے سلسلہ میں ڈٹ جاتے تھے جو اس کے غصہ، کینہ اور حسد کا سبب ہوتا تھا......۔[42]

جیسا کہ کتابوں میں ملتا ہے، شیعہ روایتوں کی بنیاد پر کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو زہر دیا۔[43] ہاں یہ بات کہ کس طریقہ سے زہر دیا گیا ہے؟ اس کے متعلق کئی روایتیں موجود ہیں جن کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں:

ایک روایت جس کو شیخ مفید نے عبداللہ بن بشیر سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: "مامون نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے ناخنوں کو بڑا کروں......اس کے بعد مجھ کو بلا کر ایک چیز دی جو ہندی املی کے مانند تھی اور مجھ سے کہا: اس کو اپنے دونوں ہاتھوں میں مل لو......اس کے بعد امام رضا علیہ السلام کے پاس گیا اور مجھ کو حکم دیا کہ میرے لئے انار لاؤ، میں نے کچھ انار حاضر کئے پھر مامون نے کہا:

اپنے ہاتھوں سے اس کا رس نکالو، میں نے انار کا رس دبا کر نکالا اور مامون نے انار کا وہ رس اپنے ہاتھ سے حضرت (ع) کو پلایا، وہی حضرت (ع) کی موت کا سبب بنا، اور اس انار کے رس کو پینے کے بعد آپ (ع) دو روز سے زیادہ زندہ نہیں رہے۔[44]

دوسری روایت کو شیخ مفید، محمد ابن جہم سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا:

حضرت امام رضا علیہ السلام کو انگور پسند تھا جس کی بنا پر کچھ مقدار میں امام رضا علیہ السلام کے لئے انگور مہیا کیا اور ان کے دانوں کو چند روز سوئیوں کے ذریعہ زہر آلود کیا گیا، اس کے بعد ان سوئیوں کو باہر نکالا اور حضرت (ع) کی خدمت میں وہ انگور پیش کئے گئے......حضرت (ع) نے زہر آلود انگور کو نوش فرمایا جس کی وجہ سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔[45]

اباصلت ہروی کہتے ہیں: میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا آپ (ع) نے مجھ سے فرمایا:

اے اباصلت! میں کل اس فاسق وفاجر کے پاس جاؤں گا جب اس کے پاس سے باہر آؤں گا، اگر میں اپنی عبا اپنے سر پر ڈالے رہوں تو مجھ سے بات نہیں کرنا اور یہ جان لینا کہ اس نے مجھ کو زہر دیا ہے۔

دوسرے دن صبح کو امام (ع) اپنی محراب عبادت میں تشریف فرما تھے تھوڑی دیر کے بعد مامون نے اپنے غلام کو بھیجا کہ وہ امام (ع) کو اس کے پاس لے آئے۔

امام (ع) مامون کی بزم میں گئے اور میں بھی ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ مامون کے آگے ایک طبق میں کھجوریں اور انواع واقسام

کے میوے رکھے تھے۔ مامون کے ہاتھ میں انگور کا ایک گچھا تھا جس سے کچھ انگور کھائے تھے اور کچھ باقی رہ گئے تھے امام (ع) کو دیکھتے ہی اٹھا، گلے سے لگایا، ان کی پیشانی کو چوما اور اپنے پاس بٹھایا۔ اس کے بعد انگور کے خوشہ کو امام (ع) کی خدمت میں یہ کہتے ہوئے پیش کیا: "میں نے اس انگور سے بہتر دیکھا ہی نہیں ہے اور نہ ہیں"۔

امام (ع) نے فرمایا: "جنت کے انگور اس سے اچھے اور بہتر ہیں"۔

مامون نے کہا: "ان انگوروں میں سے نوش فرمائیں"۔

امام (ع) نے کہا: مجھے معاف کرو۔

مامون نے کہا: کوئی چارہ ہی نہیں ہے، کیا مجھ پر الزام و تہمت لگانا چاہتے ہیں؟، ایسا نہیں ہے، آپ کو ضرور کھانا پڑے گا۔

اس کے بعد مامون نے انگور کا ایک خوشہ اٹھا کر اس میں سے کھایا اور پھر امام (ع) کو دیا۔

امام (ع) نے اس میں سے تین دانے انگور نوش فرمائے اور باقی کو رکھ کر فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔

مامون پوچھا: کہاں جا رہے ہیں؟۔

امام (ع) نے فرمایا: "جس جگہ تم نے مجھے بھیجا ہے"۔

اس کے بعد اپنی عبا اپنے سر پر ڈالی گھر میں تشریف لے گئے اور مجھ سے فرمایا: "دروازہ کو بند کر دو" پھر بستر پر لیٹ گئے۔

میں گھر کے بیچ میں رنجیدہ و محزون کھڑا ہوا تھا اتنے میں اچانک دیکھا کہ ایک خوبصورت جوان میرے سامنے کھڑا ہے جو حضرت امام رضا علیہ السلام سے بہت زیادہ مشابہ اور ملتا جلتا ہے۔

میں نے آگے بڑھ کر ان سے عرض کیا: "آپ کہاں سے داخل ہوئے تمام دروازے تو بند تھے؟"۔

انہوں نے فرمایا: "جس نے مجھ کو مدینہ سے یہاں پہنچایا اسی نے دروازے کے بند ہونے کے باوجود اندر پہنچایا ہے"۔

میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں تم پر خدا کی حجت ہوں، اے اباصلت! میں محمد بن علی الجواد ہوں۔

اس کے بعد اپنے والد گرامی کے پاس گئے اور فرمایا: تم بھی آجاؤ!۔

جیسے ہی حضرت امام رضا علیہ السلام کی چشم مبارک اپنے بیٹے پر پڑی، ان کو گلے سے لگایا اور پیشانی کا بوسہ لیا۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنے کو امام رضا علیہ السلام کے جسم اطہر پر گرا دیا اور ان کا بوسہ لیا۔ اس کے بعد دھیرے دھیرے آپس میں گفتگو کرنے لگے اور میں کچھ نہیں سن رہا تھا باپ نے بیٹے کو اسرار امامت تعلیم کئے اس کے بعد امام رضا علیہ السلام کی روح جنت کو پرواز کر گئی۔

امام رضا (ع) کا غسل و کفن:

امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: اے اباصلت! جاؤ گھر کے اندر سے تخت، پانی اور غسل کے اسباب لے آؤ۔

میں نے کہا: وہاں پر اس طرح کے اسباب مہیا نہیں ہیں۔

انہوں نے فرمایا: میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔

میں جب وہاں گیا تو دیکھا کہ وہاں پر تمام چیزیں موجود ہیں، میں ان تمام چیزوں کو لے آیا اور اپنے دامن کو کمر سے باندھا تا کہ امام (ع) کو غسل دینے میں مدد کروں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا: "اے اباصلت! یہاں سے جاؤ۔ میری مدد تمہارے علاوہ کوئی اور کرے گا"۔

اس کے بعد اپنے والد محترم کو غسل دینے کے بعد فرمایا: "گھر کے اندر ایک ظرف میں کفن اور حنوط کے لئے کافور رکھا ہے اس کو لے آؤ"۔

میں گیا اور ایک ظرف کو دیکھا کہ جس کو میں نے اس پہلے نہیں دیکھا تھا، میں کفن اور حنوط کے لئے کافور کو لے آیا۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنے والد کو کفن دیا اور نماز پڑھی، اس کے بعد فرمایا: تابوت کو لاؤ،

میں نے پوچھا: "بڑھئی کے یہاں سے؟"۔

آپ (ع) نے فرمایا: "گھر میں تابوت موجود ہے"۔

میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا وہاں ایک تابوت رکھا ہوا ہے، میں اسے لے کر آیا۔

امام محمد تقی علیہ السلام نے اپنے والد کے جنازہ کو تابوت میں رکھا اور نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔

مامون اپنے غلاموں کے ساتھ گریبان چاک کئے اور روتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ وہ اپنے سر کو پیٹ رہا تھا اور حضرت امام رضا علیہ السلام کے سر مطہر کے پاس بیٹھ کر ان کے دفن کا دستور دیا۔

جن چیزوں کی امام رضا علیہ السلام نے مجھے خبر دی تھی وہ سب بالکل اسی طرح واقع ہوئی۔[46]

حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد شیعوں نے ان کے جسم اقدس کی خراسان میں تشییع جنازہ کی، اس تشییع جنازہ میں اس قدر مجمع تھا کہ اس زمانے تک اس کے جیسا مجمع دیکھا نہیں گیا تھا۔ تمام طبقے کے لوگ امام (ع) کی تشییع جنازہ میں حاضر تھے۔[47] امام رضا علیہ السلام کو سنہ 203 ہجری میں شہر طوس میں سپرد لحد کیا گیا۔

حوالہ جات

[1]۔ معجم البلدان، یاقوت حموی، ذیل مرو

[2]۔ معصوم نہم، جواد فاضل، ص 62

[3]۔ الائمۃ الاثنی عشر، ہاشم معروف حسنی، ج 2، ص 359

[4]۔ کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، علی بن عیسی اربلی، با ترجمہ فخر الدین علی بن حسن زواری با عنوان ترجمۃ المناقب، ج 3، ص 131

[5]۔ عیون اخبار الرضا، ج 1، ص 14، مآخذ قبل، ص 459

[6]۔ سورہ مریم، آیہ 30

[7]۔ اصول کافی، جلد 6، صفحہ 298

[8]۔ مناقب ابن شہر آشوب، جلد 4، صفحہ 360

[9]۔اصول کافی،جلد5،صفحہ 288

[10]۔کافی ج1،ص316؛اعلام الوری،ص305

[11]۔کفایۃ الاثر،ابن خزاز قمی،ص306؛الامام الرضا،علامہ مقرم،ص26

[12]۔مناقب،ابن شہر آشوب،ج4،ص366

[13]۔جلاء العیون،مجلسی،ص542

[14]۔مفاتیح الجنان،زیارت جامعہ

[15]۔بحار الانوار،مجلسی،ج49،ص100؛کشف الغمہ،اربلی،مکتب٭بنی ہاشم،ج3،ص107

[16]۔تہذیب التہذیب،ابن حجر عسقلانی(اہل سنت کے علماء میں سے)دار الکتب العلمیہ،ج7،ص328؛الانساب،سمعانی(اہل سنت کے علماء میں سے)،دار الکتب العلمیہ،ج3،ص74

[17]۔بحار الانوار،مجلسی،ج49،ص90

[18]۔بحار الانوار،مجلسی،ج49،ص90–89

[19]۔عیون اخبار الرضا،شیخ صدوق،ج2،ص183-184؛بحار الانوار،مجلسی،ج49،ص91

[20]۔الوافی بالوفیات،الصفدی،ج22،ص251

[21]۔مناقب آل ابی طالب،ابن شہر آشوب،ج3،ص470

[22]۔مناقب آل ابی طالب،ابن شہر آشوب،سابق،ج3،ص470

[23]کلینی،الاصول من الکافی،ص486؛شیخ مفید،الارشاد،قم،منشورات مکتبۃ بصیرتی،ص304

[24]۔مجلسی،بحار الانوار،تہران،المکتبۃ الاسلامی،1385ھ۔ق،ج48،ص227؛صدوق،عیون اخبار الرضا،تہران،دار الکتب الاسلامی،ج1،ص100

[25]۔صدوق،عیون اخبار الرضا،تہران،دار الکتب الاسلامی،ج2،ص226؛علی بن عیسی الاربلی،کشف الغمہ،تبریز،مکتبۃ بنی ہاشمی،1381ھ۔ق،ج3،ص105

[26]۔محقق،سید علی،زندگانی پیشوای ہشتم؛امام علی بن موسی الرضا(علیہ السلام)،قم،انتشارات نسل جوان،ص60

[27]۔علی بن عیسی الاربلی،کشف الغمہ،تبریز،مکتبۃ بنی ہاشمی،1381ھ۔ق،ج3،ص65؛شیخ مفید،الارشاد،قم،منشورات مکتبہ بصیرتی،ص309؛فتال نیشاپوری،روضۃ الواعظین،ط1،بیروت،موسسہ الاعلمی للمطبوعات،1406ھ۔ق،ص247

[28]۔مجلسی،بحار الانوار،تہران،المکتبۃ الاسلامیہ 1385ھ۔ق،ج49،ص117،وعلی بن عیسی الاربلی کشف الغمہ،تبریز،مکتبہ بنی ہاشمی،1381ھ۔ق،ج3،ص95

[29]۔مجلسی،بحار الانوار،ج49،ص117

[30]۔محقق،سید علی،زندگانی پیشوای ہشتم؛امام علی بن موسی الرضا(علیہ السلام)،قم انتشارات نسل جوان،ص74،70

[31]۔علی بن عیسی الاربلی، کشف الغمۃ، تبریز، مکتبہ بنی ہاشمی، 1381ھ۔ق، ج3، ص66؛ شیخ مفید، الارشاد، قم، منشورات مکتبۃ بصیرتی، ص310؛ فتال نیشاپوری، روضۃ الواعظین، ط1، بیروت، موسسہ الاعلمی للمطبوعات، 1406ھ۔ق، ص248

[32]۔شیخ مفید، الارشاد، قم، منشورات مکتبۃ بصیرتی، ص310؛ علی بن عیسی الاربلی، کشف الغمۃ، تبریز، مکتبہ بنی ہاشمی، 1381ھ۔ق، ج3، ص65؛ طبرسی، اعلام الوری باعلام الہدی، ط 3، تہران، دار الکتب الاسلامیۃ، ص 333؛ فتال نیشاپوری روضۃ الواعظین، ط 1، بیروت، موسسہ الاعلمی للمطبوعات، 1406ھ۔ق، ص248

[33] ۔صدوق، علل الشرائع، قم، منشورات مکتبہ الطباطبائی، ج 1، ص 226؛ فتال نیشاپوری، روضۃ الواعظین، ط 1، بیروت، موسسہ الاعلمی للمطبوعات، ص247۔

[34]۔طبرسی، اعلام الوری باعلام الہدی، ط3، تہران، دار الکتب الاسلامی، ص334؛ شیخ مفید، ارشاد، قم، منشورات مکتبۃ بصیرتی، ص310

[35]۔محقق، سید علی، زندگانی پیشوای ہشتم، امام علی بن موسی الرضا (علیہ السلام)، قم، انتشارات نسل جوان، ص8287

[36]۔علی بن عیسی الاربلی، کشف الغمۃ، تبریز، مکتبہ بنی ہاشمی، 1381ھ۔ق، ج3، ص66؛ شیخ مفید، الارشاد، قم، منشورات مکتبۃ بصیرتی، ص310؛ فتال نیشاپوری، روضۃ الواعظین، ط1، بیروت، موسسہ الاعلمی للمطبوعات، 1406ھ۔ق، ص249

[37]۔باقر شریف القرشي، حياة الامام علي بن موسي الرضا (ع)، قم، نشر سعید بن جبیر، 1372ش، ج2، ص371

[38]۔باقر شریف القرشي، حياة الامام علي بن موسي الرضا (ع)، قم، نشر سعید بن جبیر، 1372ش، ج2، ص371

[39]۔محمد بن جریر بن رستم طبري، دلائل الامامہ، قم، منشورات الرضي، 1363، ص178

[40]۔مطهري، مرتضي، سيري در سيره ائمہ اطهار، تہران، صدرا، طبع بیست و ہفتم، 1384، ص210

[41]۔محمد بن جرير طبري، تاريخ طبري، ترجمہ ابوالقاسم پاینده، تہران، اساطیر، طبع دوم، 1364، ج13، ص5676

[42]۔فضل بن حسن طبرسي، اعلام الوري، قم، موسسہ آل البيت (ع)، 1417، ج2، ص80؛ شیخ مفید، الارشاد، ترجمہ سید ہاشم رسولي محلاتي، تہران، انتشارات علمیہ اسلامیہ، طبع دوم، ج2، ص260

[43]۔مطهري، مرتضي، سيري در سيره ائمہ اطهار، تہران، صدرا، طبع بیست و ہفتم، 1384، ص211

[44]۔شیخ مفید، الارشاد، ترجمہ سید ہاشم رسولي محلاتي، تہران، انتشارات علمیہ اسلامیہ، طبع دوم، ج2، ص262-261

[45]۔شیخ مفید، الارشاد، ترجمہ سید ہاشم رسولي محلاتي، تہران، انتشارات علمیہ اسلامیہ، طبع دوم، ج2، ص262

[46]۔بحار الانوار، ج49، ص300، ح10۔ از عیون اخبار الرضا، ج2، ص242؛ فضل بن حسن طبرسي، اعلام الوري، قم، موسسہ آل البيت (ع)، 1417، ج2، ص83-82

[47]۔باقر شریف القرشي، حياة الامام علي بن موسي الرضا (ع)، قم، نشر سعید بن جبیر 1372ش، ج2، ص375

حضرت امام رضا علیہ السلام کی سیرت کے تعمیری و تربیتی پہلو

سید رمیز الحسن موسوی

مدیر مجلہ، سہ ماہی نور معرفت، بہارہ کہو، اسلام آباد

خلاصہ: ائمہ اطہار علیہم السلام کی سیرت کا سب سے اہم پہلو اس کا تعمیری اور تربیتی ہونا ہے اس لیے کہ یہ مقدس ہستیاں انسانیت کے لئے نمونہ عمل کی حیثیت رکھتی ہیں اور فرمان رسولؐ کے مطابق قرآن کی ہم پلہ ہیں۔ جس طرح قرآن انسانیت کی ہدایت اور تربیت کے لئے ہے اسی طرح اہل بیت اطہارؑ بھی انسانیت کی ہدایت و تربیت اور تعمیر کردار کے لئے آئے ہیں۔ لہذا ہر امام نے اپنے دور میں انسانیت کی تربیت کی ذمہ داری کو پورا کیا۔ اس حوالے سے حضرت امام رضا علیہ السلام کا کردار بہت نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی میں تمام تر سیاسی واجتماعی مشکلات کے باوجود سفر و حضر میں انسانوں کی کردار سازی اور تربیت کا فریضہ پورا کیا ہے۔ اس مقالے میں سیرت امام رضا علیہ السلام سے چند ایسے واقعات بطور شاہد پیش کئے گئے ہیں جن سے امام علیہ السلام کی سیرت کے اس پہلو کی بخوبی نشاندہی ہوتی ہے۔ امام رضا علیہ السلام نے دوسرے انسانوں کے ساتھ خواہ وہ غلام اور ماتحت ہوں یا دوست واحباب، شاگرد ہوں یا علم و معرفت کے متلاشی، مسافر ہوں یا مہمان، حکمران ہوں یا رعایا، سب کے ساتھ میل جول میں ایسے سبق آموز نکات بیان فرمائے ہیں کہ جن کا مطالعہ پڑھنے والے کو انسانیت کی معراج تک پہنچا دیتا ہے چونکہ ان واقعات میں امام علیہ السلام کی جانب سے انسانوں کی تکریم سے لے کر ان کی اخلاقی تربیت اور عزت نفس کی حفاظت کے ساتھ ساتھ تکبر و غرور جیسی صفات رذیلہ سے پرہیز کے درس بہت واضح نظر آتے ہیں۔

کلیدی کلمات: طرز معاشرت، حقوق، انفاق، دعائے عرفہ، فہم وادراک، معنوی تربیت، عزت نفس

آسمان عصمت و امامت کے آٹھویں خورشید حضرت امام رضا علیہ السلام کی سیرت میں جو چیز بہت نمایاں نظر آتی ہے، وہ اپنے ارد گرد رہنے والوں کے ساتھ امامؑ کا تعمیری اور تربیتی رویہ اور طرز معاشرت ہے۔ دوسرے معصومین کی طرح حضرت امام رضا علیہ السلام نے بھی ہمیشہ اپنے تعمیری اور تربیتی رویے کے ذریعے عوام الناس کی اصلاح اور کردار سازی کی سعی فرمائی۔ آپ کی سیرت کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ آپؑ نے ہمیشہ اپنے اصحاب یا دوسرے افراد سے جن میں آپ کے مخالفین بھی شامل تھے، ایسا رویہ اور طرز عمل اختیار فرمایا جس کے اس شخص کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ یہاں آپ کی سیرت سے چند ایسے اقتباسات پیش کرنے کی سعی کی جائے گی جن میں تعمیری اور تربیتی پہلو بہت نمایاں ہے۔ ان اقتباسات کو یہاں کتب سیرت و تاریخ کے حوالے سے مختلف عناوین کے تحت پیش کیا جاتا ہے۔

ا۔انسانیت کی تکریم



حضرت امام رضا علیہ السلام کی سیرت میں تمام انسانوں کو محترم سمجھا جاتا تھا: خواہ وہ خواص ہوں یا عوام۔خصوصاً امامؑ اپنے ماتحت افراد کے ساتھ انتہائی عزت واحترام سے پیش آتے۔امامؑ انسان کو سب سے پہلے بحیثیت انسان دیکھتے اور پھر اس کے فردی مقام ومنزلت کو دیکھتے۔اس سلسلے میں خاص کر اپنے خادموں اور ماتحت افراد کے ساتھ امام کا رویہ اور سلوک، انسانیت کی معراج سمجھا جاتا ہے۔امام علیہ السلام نے کسی شخص کو نسل اور قومیت کی بنا پر احترام نہیں دیا، بلکہ ہمیشہ اُسے انسانی نظر سے دیکھا ہے اور اُن کی تحقیر کرنے اور انہیں حقیر اور پست سمجھنے اور اُن کی توہین کرنے سے سختی کے ساتھ پرہیز کیا ہے۔حتیٰ سیاہ اور حبشی غلام بھی آپ کی توجہ وعنایت کے مستحق قرار پاتے تھے۔ان سب باتوں کے اثبات کے لئے ہم سیرت امامؑ سے چند نمونے پیش کرتے ہیں:

الف) غلاموں اور نوکروں کے ساتھ سلوک

بلخ کا رہنے والا ایک شخص کہتا ہے کہ میں خراسان کے سفر کے دوران حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ایک دن امامؑ نے دسترخوان بچھانے کا حکم دیا اور تمام غلاموں اور ساتھیوں کے ساتھ اس پر بیٹھ گئے جن میں چند سیاہ غلام بھی تھے۔میں نے عرض کی: میری جان آپؑ پر قربان ہو۔ان کے لئے جدا دسترخوان بچھا دیتے! آپ نے فرمایا: خاموش ہوجاؤ! خدا ایک ہے، ہمارے ماں باپ بھی ایک ہیں اور (قیامت کے دن) اجر وثواب بھی اعمال کی بنیاد پر ملے گا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کے خادم یاسر کا کہنا ہے: جب بھی امام علیہ السلام تنہا ہوتے اور (گھر کے کاموں سے فارغ ہوتے) تو اپنے تمام چھوٹے بڑے ساتھیوں کو اپنے پاس بلا لیتے تھے۔اُن کے ساتھ باتیں کرتے اور گرم جوشی کے ساتھ پیش آتے، وہ سب بھی امامؑ کے ساتھ مانوس ہوجاتے تھے اور جب بھی دسترخوان پر بیٹھتے تو سب چھوٹے بڑوں کو آواز دیتے حتیٰ اپنے حجام کو بھی دسترخوان پر بلا لیتے۔

یہی خادم مزید کہتا ہے: امام رضا علیہ السلام نے ہمیں فرمایا: اگر میں کھانا کھانے کے دوران تمہارے سر کے اوپر آ کھڑا ہو جاؤں تو میرے لئے اس وقت تک کھڑے نہیں ہونا جب تک کھانا کھانے سے فارغ نہیں ہو جاتے۔بعض اوقات امام علیہ السلام (کسی کام کی خاطر) ہم میں سے کسی ایک کو آواز دیتے تو اگر کہا جاتا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے تو فرماتے اُسے کھانا کھانے دو۔

امام (ع) کا ایک اور خادم نادر کہتا ہے: ہم میں جو بھی کھانا کھانے میں مصروف ہوتا تو امامؑ اُسے کسی کام کے لئے نہیں کہتے تھے اور اس سے کام نہیں لیتے تھے جب تک وہ کھانا کھانے سے فارغ نہیں ہو جاتا تھا۔اس طرح امام رضا علیہ السلام اپنے غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے عملی طور پر انسانوں کے باہم برابر ہونے کا درس دیتے تھے۔اور اپنے پیروکاروں کو سمجھاتے کہ ان لوگوں کے بھی کچھ حقوق ہیں۔لہٰذا ان لوگوں کے ساتھ سلوک اور طرز معاشرت میں ان کے انسانی احساسات اور حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔اور یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ وہ فقط خدمت اور کام کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔

ب) عام لوگوں کے ساتھ سلوک

ایک بار حضرت امام رضا علیہ السلام ایک حمام میں داخل ہوئے تو ایک شخص جو آپؑ کو نہیں جانتا تھا، کہنے لگا: میرے بدن پر کیسہ (نہانے کا مخصوص کپڑا) رگڑ دیں۔ امام (ع) نے اُس کے بدن پر کیسہ رگڑنا شروع کر دیا۔ جب اُس شخص کو بتایا گیا کہ یہ امام رضا (ع) ہیں تو وہ بہت پریشان ہوا اور آپؑ سے معذرت کرنے لگا، لیکن امام علیہ السلام اُسی طرح اُس کے بدن پر کیسہ رگڑتے ہوئے اُسے تسلی دیتے رہے۔

ایک مہمان امام رضا علیہ السلام کے گھر آیا ہوا تھا، رات کا وقت تھا، امامؑ اُس کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے، اتنے میں چراغ خراب ہو گیا، اُس مہمان نے چراغ کو ٹھیک کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو امام علیہ السلام نے اُسے روک دیا اور خود چراغ کو ٹھیک کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب چراغ ٹھیک کر لیا تو فرمایا: ہم اپنے مہمان سے کام نہیں کرواتے۔

محمد بن عبید اللہ قمی کا کہنا ہے: میں حضرت امام رضا (ع) کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت مجھے بہت زیادہ پیاس لگی ہوئی تھی، میں حضرت سے پانی نہیں مانگنا چاہتا تھا، اس وقت امام علیہ السلام نے پانی مانگا اور خود پیا اور پھر مجھے بھی پینے کے لئے دیا اور فرمایا: محمد! پیو یہ بہت ہی ٹھنڈا پانی ہے، میں نے بھی پیا ہے۔

یسع بن حمزہ کہتے ہیں: میں امام رضا علیہ السلام کی محفل میں تھا اور آپؑ سے گفتگو کر رہا تھا، وہاں بہت سے لوگ موجود تھے اور امامؑ سے حلال و حرام کے بارے میں پوچھ رہے تھے، اتنے میں اس محفل میں بلند قد اور گندمی رنگ کا ایک شخص داخل ہوا۔ اس نے سلام کرنے کے بعد امام علیہ السلام کو مخاطب ہو کر کہا: میں آپ اہل بیت علیہم السلام کے محبین میں سے ہوں، میں ابھی ہی سفر مکہ سے لوٹا ہوں، راستے میں میرے پیسے گم ہو گئے ہیں۔ لہذا میری مدد کریں۔ میں وطن واپس جا کر یہ پیسے آپ کی جانب سے صدقہ کر دوں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: بیٹھ جاؤ، جب اکثر لوگ چلے گئے، فقط میں، ۲ دیگر افراد اور وہی سائل باقی رہ گئے تھے تو امام علیہ السلام نے ہم سے اجازت لی اور اندر تشریف لے گئے اور چند منٹ بعد واپس لوٹے اور دروازے کے پیچھے سے ہاتھ باہر نکالا اور آواز دی: وہ خراسانی شخص کہاں ہے؟ اُس نے کہا: میں یہاں ہوں۔ امامؑ نے فرمایا: یہ دو سو دینار لو اور انہیں خرچ کرو اور ان سے برکت حاصل کرو اور میری جانب سے صدقہ بھی دو اور اب یہاں سے چلے جاؤ تا کہ ہم ایک دوسرے کو نہ دیکھیں۔ جب وہ شخص وہاں سے چلا گیا تو سلیمان نامی ایک شخص نے امام سے پوچھا: میں آپ پر قربان جاؤں، آپ نے بہت زیادہ بخشش کی ہے تو پھر اس شخص سے اپنا چہرہ کیوں چھپایا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: کیونکہ اس کی اس ضرورت پوری ہونے پر وہ نہیں چاہتا تھا کہ میں اس کے چہرے پر مانگنے کی وجہ سے پیدا ہونے والی شرمندگی اور ذلت دیکھوں۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص چھپا کر نیکی اور انفاق کرتا ہے اس کا یہ عمل ستر حج انجام دینے کے برابر ہے۔

ان روایات میں غور و فکر سے امام علیہ السلام کی تواضع اور فروتنی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام ایک عام مسلمان کے لئے کس قدر احترام کے قائل تھے اور ایمان جیسی نعمت کی وجہ سے ایک عام انسان، امام علیہ السلام کی نظر میں کس قدر اہمیت اور منزلت حاصل



کر لیتا ہے۔ اسی طرح امامؑ ایک مہمان کے لئے اس قدر احترام کے قائل ہیں کہ اُس سے چراغ جیسی معمولی چیز کو درست کروانا بھی آداب مہمانی کے خلاف سمجھتے ہیں۔ ان واقعات میں بیان شدہ امام رضا علیہ السلام کے طرز عمل سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ ہم لوگوں کی عزت و آبرو کی حفاظت کریں اور محتاج اور ضرورت مند افراد میں احساس کمتری پیدا نہ ہونے دیں۔

۲۔ اصحاب کی معنوی اور نفسیاتی رہنمائی

حضرت امام رضا علیہ السلام اپنے اصحاب کے اخلاق و کردار پر گہری نظر رکھتے تھے اور جب بھی دیکھتے کہ اُن میں سے کوئی شخص شیطان کے جال اور نفسانی خواہشات میں گرفتار ہونے والا ہے تو اُسے اپنے نصیحت آموز موعظہ اور رہنمائی سے محروم نہیں فرماتے تھے۔ یہاں اس سلسلے میں آپ کی سیرت کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں:

احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی کا کہنا ہے: امام رضا علیہ السلام نے میرے پاس ایک سواری بھیجی میں اس پر سوار ہو کر امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا۔ مجھے وہاں رات ہو گئی۔ جب رات کا ایک حصہ گذر گیا تو امام علیہ السلام نے اُٹھتے وقت فرمایا: میرے خیال میں تم اب مدینہ نہیں لوٹ سکو گے، آج رات ہمارے پاس ہی رہ جاؤ صبح چلے جانا۔ میں نے عرض کی: میری جان آپ پر قربان ہو، آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ اس کے بعد امامؑ نے اپنی کنیز سے فرمایا: میرا اپنا بستر ان (محمد بن ابی نصر) کے لئے بچھا دو اور میں جس چادر میں اور جس تکیہ پر سوتا ہوں وہ بھی ان کے سپرد کر دو۔ میں نے اپنے دل میں کہا: مجھے جو فخر آج کی رات حاصل ہوا ہے یہ اور کس کو حاصل ہوا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے امام رضا علیہ السلام کے نزدیک میری قدر و منزلت اس قدر بڑھا دی ہے جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی۔ امامؑ نے اپنی سواری میرے لئے بھیجی، اپنا مخصوص بستر میرے لئے بچھایا اور میں آپؑ کی چادر اور تکیہ پر سو رہا ہوں۔ ہمارے دوستوں میں سے کسی کو بھی یہ افتخار حاصل نہیں ہوا جو آج کی رات مجھے حاصل ہوا ہے۔ اس وقت امام علیہ السلام میرے پاس تشریف فرما تھے اور میں دل میں یہ باتیں سوچ رہا تھا۔ اسی دوران امام علیہ السلام نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: اے محمد! ایک دن امیر المومنین علی علیہ السلام، زید بن صوحان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ زید اس بات پر لوگوں کے سامنے فخر کرنے لگا تھا۔ کہیں تیرا نفس بھی تجھے فخر فروشی پر نہ اُبھارے! خدا کے سامنے تواضع اختیار کرو۔ یہ فرماتے ہوئے امام علیہ السلام ہاتھوں کے سہارے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یوں امام علیہ السلام نے بزنطی کو ایک اخلاقی نصیحت کرتے ہوئے اسے فخر و غرور اور خودستائی کے گناہ سے اور نفس کے جال میں پھنسنے سے بچالیا۔

احمد بن عمر حلبی کہتے ہیں: میں منیٰ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت حاضر ہوا اور عرض کی: ہمارا گھرانہ خوشی و بخشش اور نعمت سے مالا مال تھا۔ اللہ نے یہ سب کچھ ہم سے لے لیا ہے۔ یہاں تک کہ اب ہم اُن لوگوں کے محتاج ہو گئے ہیں جو کل تک ہمارے محتاج تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: اے احمد بن عمر! تم کس قدر اچھے حال میں ہو۔ میں نے عرض کی: میں آپؑ پر قربان جاؤں،



میرا حال تو یہی ہے جو میں نے آپؑ کے سامنے بیان کر دیا ہے۔
امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم اس حال پر رہنا پسند کرو گے جس پر یہ جابر اور ظالم لوگ ہیں، کیا تم بھی اُن کی مانند سونے چاندی کے ڈھیر جمع کرنا پسند کرو گے؟ میں نے کہا: نہیں یا بن رسول اللہ! امام علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا: واپس چلے جاؤ، تجھ سے بہتر کس کا حال ہے؟ تیرے ہاتھ میں وہ فن و ہنر ہے جو سونے و چاندی سے پُر دنیا کے بدلے بھی نہ بیچنا، کیا میں تجھے بشارت دوں؟ میں نے کہا : جی ہاں! اے فرزند رسولؐ، اللہ، مجھے آپ اور آپ کے آباء و اجداد کے ذریعے خوشحال کرے۔

جب انسان کی زندگی کے حالات اور معاشی حالت درست نہ ہو تو بعض اوقات وہ اپنی زندگی کے معنوی پہلوؤں اور اعلیٰ انسانی قدروں کو فراموش کر دیتا ہے۔ امام رضا علیہ السلام احمد بن عمر جیسے لوگوں کو کہ جو اپنا دنیوی سرمایہ کھو بیٹھے ہیں، ایمان، عقیدے اور اہل بیت اطہار علیہم السلام سے معنوی تعلق جیسی نعمت کی طرف متوجہ کراتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ دین اور اہل بیتؑ کے دشمن اپنے تمام تر دنیوی مال و دولت کے باوجود جب گمراہی کی طرف جاتے ہیں تو ہر قسم کی قدر و منزلت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ تمہارے پاس تو ایمان و عقیدے اور اہل بیت اطہارؑ سے معنوی تعلق جیسی نعمت ہے، جس کے ہوتے ہوئے تمہیں کسی حال میں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ اصل یہ چیزیں ہیں نہ مادی سرمایہ۔ جس کے پاس مادی سرمایہ ہے لیکن ایمان اور اہل بیت سے معنوی تعلق نہیں در حقیقت وہ خسارے میں ہے۔

دعائے عرفہ میں اسی تعلق کے بارے میں امام حسین علیہ السلام کی زبان مبارک سے ایک انتہائی بامعنی جملہ نکلتا ہے جس میں مولا فرماتے ہیں:

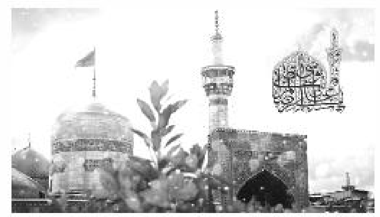
"ماذا وَجَدَ مَنْ فَقَدَكَ وَ مَا الَّذی فَقَدَ مَنْ وَجَدَكَ، لَقَدْ خابَ مَنْ رَضِیَ دُونَكَ بَدَلاً وَ لَقَدْ خَسِرَ مَنْ بَغی عَنْكَ مُتَحَوِّلاً"

ترجمہ: جس نے تجھے کھو دیا ہے اس نے کس چیز کو حاصل کیا ہے اور جس نے تجھے پا لیا ہے، اُس نے کس چیز کو کھویا ہے؟ جو بھی تیرے علاوہ کسی چیز پر خوش ہو گیا گویا اس نے کچھ نہیں پایا اور جس نے تجھ سے طلب نہیں کیا خسارے اور زیان میں رہا۔"

خادموں کے کاموں پر نظارت

امام رضا علیہ السلام ہمیشہ اپنے ماتحت غلاموں، خادموں اور کام کرنے والوں کے اعمال و کردار پر نظر رکھتے تھے۔ اور موقع و محل کی مناسبت سے انہیں موعظہ و نصیحت فرماتے۔ اس سلسلے میں امام علیہ السلام کے طرز عمل اور سیرت کو سمجھنے کے لئے دو مثالیں ملاحظہ کیجئے:

یاسر، امام رضا علیہ السلام کا خادم کہتا ہے: ایک دن امامؑ کے چند غلاموں نے پھل و فروٹ مکمل کھائے بغیر دور پھینک دیا تھا۔



امام علیہ السلام نے اُن سے فرمایا: سبحان اللہ! اگر تمہیں ان کی ضرورت نہیں تو کچھ اور لوگوں کو ان کی ضرورت ہے، یہ چیز (اگر نہیں کھائی تو) یہ اُن لوگوں کو دے دو جو اس کے محتاج ہیں۔

امام علیہ السلام کے اس طرز عمل میں اس "اسراف" کے خلاف ایک زبردست درس پایا جاتا ہے کہ جو اس وقت ہمارے معاشروں میں رائج ہے جس کا مظاہرہ اکثر شادی بیاہ اور غمی و خوشی کے موقعوں پر دیکھنے میں آتا ہے۔

اسی طرح سلیمان بن جعفر جعفرہ کہتے ہیں: امام رضا علیہ السلام اپنے ایک غلام کے پاس سے گذرے جو چوپایوں کے لئے اصطبل بنانے میں مشغول تھا تو امامؑ نے دیکھا کہ ایک حبشی غلام بھی ان کے ساتھ کام میں مشغول ہے، جو پہلے ان کے ساتھ نہیں تھا۔

امام علیہ السلام نے ان سے پوچھا: یہ شخص کون ہے جو تمہارے ساتھ کام کر رہا ہے؟ کہا گیا: یہ ہماری مدد کر رہا ہے، ہم آخر میں اسے بھی کچھ نہ کچھ دے دیں گے۔ امام علیہ السلام نے پوچھا: کیا اس کے کام کی اُجرت اور مزدوری معین کی ہے؟ اُنہوں نے کہا: نہیں، اسے جو بھی دیں گے قبول کر لے گا۔ امام علیہ السلام غصے کی حالت میں اپنے غلاموں کی طرف بڑھے تا کہ اُن کو تنبیہ کریں۔ اُنہوں نے کہا: ہم آپ پر قربان جائیں، آپ پریشان کیوں ہوتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں نے انہیں کئی بار کہا ہے کہ کسی سے اُجرت معین کیئے بغیر کام نہ لو۔ جان لو: جب بھی بغیر اُجرت معین کیئے کام لو گے تو اگر کام ختم ہونے کے بعد اُسے تین برابر اُجرت بھی دو گے تو بھی وہ سوچے گا تم نے اُسے کم دیا ہے، لیکن اگر پہلے اُس کے ساتھ طے کر لو گے تو بعد میں وہی اُجرت اُسے دو گے تو اپنا وعدہ پورا کرنے پر وہ تمہاری تعریف کرے گا اور اگر ایک آنہ بھی اُسے اضافی دو گے تو اس کی قدر کرے گا اور سمجھ جائے گا کہ تم نے اسے زیادہ دیا ہے۔

لوگوں کے ساتھ اُن کی سمجھ اور فہم کے مطابق سلوک کرنے کی اہمیت کے بارے میں سیرت امام رضا علیہ السلام کا یہ واقعہ بہت اہم ہے چنانچہ مرحوم شیخ طوسی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب "الرجال" لکھتے ہیں:

ایک روز امام رضا علیہ السلام کے اصحاب کا ایک گروہ آپؑ کے گھر میں اکٹھا تھا اور یونس بن عبدالرحمن بھی حاضر تھے جو امام علیہ السلام کے معتمد اور اہم و بلند مرتبہ انسان تھے۔ وہ آپس میں بات چیت کر رہے تھے کہ اتنے میں اہل بصرہ میں سے ایک گروہ نے داخل ہونے کی اجازت مانگی۔ امام علیہ السلام نے یونس سے فرمایا: فلاں کمرے میں جاؤ اور یاد رکھو کہ کوئی بھی ردعمل ظاہر نہ کرنا؛ مگر یہ کہ آپ کو اجازت ملے۔

اس کے بعد امامؑ نے بصریوں کو داخل ہونے کی اجازت دی، وہ داخل ہوئے تو یونس بن عبدالرحمن کے خلاف چغل خوری میں لگ گئے اور ان کی بدگوئی کرتے ہوئے انہیں برا بھلا کہنے لگے۔

امام علیہ السلام اپنا سر مبارک جھکا کر بیٹھے تھے اور بالکل خاموش تھے حتیٰ کہ بصری اٹھ کر چلے گئے اور اس کے بعد آپ علیہ



السلام نے یونس بن عبدالرحمن کو باہر آنے کی اجازت دی۔ یونس غم وحزن اور اشکبار آنکھوں کے ساتھ امام علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا: یابن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں آپ پر فدا ہو جاؤں، ان لوگوں کے ساتھ میری معاشرت ہے جبکہ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ میرے بارے میں ایسی باتیں کریں گے اور مجھ پر اس طرح کے الزامات لگائیں گے۔

امام علیہ السلام نے لطف بھرے لب و لہجے میں یونس بن عبدالرحمن سے فرمایا: اے یونس! غمگین نہ ہوں۔ لوگوں کو یہ سب کہنے دیں اور جان لیں کہ ان باتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ جب آپ کا امام آپ سے راضی وخوشنود ہو فکر مندی کی کوئی بات نہیں ہے۔

اے یونس! ہمیشہ لوگوں کے ساتھ ان کی معرفت و دانائی کی حدود کے اندر رہتے ہوئے بات کرنے اور ان کے لئے ان کی معرفت و دانائی کی حدود میں معارف الٰہی بیان کرنے کی کوشش کرو اور ایسی باتیں بیان کرنے سے پرہیز کرو جو ان کے فہم و ادراک سے بالاتر ہیں۔

اے یونس! جب آپ کے ہاتھ میں ایک نہایت قیمتی گوہر ہو اور لوگ کہہ دیں کہ یہ پتھر یا ڈھیلا ہے تو اس طرح کی باتیں آپ کے اعتقادات اور افکار میں کتنی حد تک موثر ہونگی؟ اور کیا لوگوں کی اس طرح کی باتوں سے آپ کو کوئی فائدہ یا نقصان پہنچتا ہے؟

یونس کو امام علیہ السلام کی باتوں سے سکون ملا اور عرض کیا: نہیں ان کی باتیں میرے لئے ہرگز اہمیت نہیں رکھتیں۔ امام علیہ السلام نے ایک بار پھر یونس بن عبدالرحمن سے مخاطب ہو کر فرمایا: اسی طرح جب آپ نے اپنے امام کی معرفت حاصل کی ہو اور جب آپ نے حقیقت کا ادراک کیا ہو تو لوگوں کے افکار اور ان کی باتیں آپ کے اوپر ہرگز اثر انداز نہیں ہونی چاہئیں لوگ جو بھی چاہیں بولیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ امام رضا علیہ السلام کے ان فرامین اور مواعظ حسنہ میں انسانی معاشرت اور زندگی کے اُن باریک نکات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جن کی طرف متوجہ نہ ہونے کی وجہ سے اکثر و بیشتر انسان، حقوق العباد ضائع کر دیتا ہے، جس کے نتیجے میں اُسے دنیا میں بھی مکافات عمل سے گذرنا پڑتا ہے اور آخرت میں بھی اس کی سزا دیکھنی پڑے گی۔ سب سے اہم چیز جو ان فرامین انسان کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے وہ احترام انسانیت ہے جو اکثر اوقات فراموش کر دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے معاشرے میں بے شمار مسائل جنم لیتے ہیں اور انسانوں میں ایک دوسرے کے خلاف کینہ وحسد پیدا ہوتا ہے اور انسانی معاشرہ امن وسکون کے بجائے بے اطمینانی کا مرکز بن جاتا ہے۔

دوسری اہم بات معاشرے کے ضرورت مند افراد کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا رویہ ہے جس کی امام رضا علیہ السلام کی سیرت میں بہت زیادہ تاکید ملتی ہے۔ ضرورت مندوں کی عزت نفس کو مجروح کیئے بغیر اُن کی مشکلات کو ختم کرنا سیرت معصومین علیہم السلام کا اہم ترین پہلو ہے جس کی مثالیں امام رضا علیہ السلام کی سیرت سے پیش کی جا چکی ہیں۔ اسی طرح مہمان کی قدر ومنزلت بھی انسانی

اخلاق کا ایک اہم باب ہے جس کی اسلام نے خصوصی تاکید فرمائی ہے۔لہذا امام رضا علیہ السلام کی سیرت میں بھی اس کی کئی مثالیں مل سکتی جن میں ایک مثال یہاں پیش کی گئی ہے کہ امامؑ نے چراغ جیسی معمولی چیز بھی درست کرنے میں مہمان کو زحمت دینا گوارا نہیں کیا۔یہ اسلامی و الٰہی اخلاق کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

سیرت ائمہ اطہار علیہم السلام کا ایک اہم ترین پہلو عوام الناس کی معنوی تربیت ہے۔ائمہ معصومین علیہم السلام نے لوگوں کی کردار سازی میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے اور جہاں تک ہو سکا ہے اپنے اردگرد بسنے والے انسانوں کو معنوی قدروں سے آشنا کرانے کی کوشش کی ہے۔اس سلسلے میں امام رضا علیہ السلام کا مذکورہ واقعہ اس کی سب سے بڑی مثال ہے جس میں امام علیہ السلام اپنے پیروکاروں کو بے جا غرور و تکبر میں پڑنے سے منع فرماتے ہیں اور چھوٹے چھوٹے واقعات پر نظارت کر کے اُن کی معنوی تربیت کا اہتمام فرماتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔بحارالانوار،ج۴۹،ص۱۰۱،کافی،ج۸،ص۲۳۰

۲۔بحارالانوار،ج۴۹،ص۱۶۴

۳۔بحارالانوار،ج۴۹،ص۱۰۲

۴۔ایضاً

۵۔بحارالانوار،ج۴۹،ص۹۹،مناقب،ج۴،ص۳۶۲

۶۔تاریخ زندگانی امام رضا(ع)،ص:۴۰

۷۔بحارالانوار،ج۴۹،ص۳۱

۸۔بحارالانوار،ج۴۹،ص۱۰۱

۹۔بحارالانوار،ج۴۹،ص۳۶۔۳۷

۱۰۔رجال کشی،ج۲،ص۸۵۹نمبر شمار:۱۱۱۶

۱۱۔مفاتیح الجنان،اعمال روز عرفہ

۱۲۔بحارالانوار،ج۴۹،ص۱۰۲

۱۳۔بحارالانوار،ج۴۹،ص۱۰۲

۱۴۔بحارالانوار:ج2،ص65،ح5،بہ نقل از کتاب رجال کشی

امام علی رضاؑ علماء اہل سنت کی نظر میں

علامہ ریاض قادری
خطیب چک نمبر 15/91 میاں چنوں پنجاب

تعارف: امام رضا علیہ السلام اہل تشیع کے ساتھ ساتھ اہل سنت کے ہاں بھی ایک خاص اہمیت و منزلت کے حامل ہیں جس کا سبب ان کا اولاد رسولؐ سے ہونا اور علمی فضیلت ہے۔ اکابر اہل سنت جنھوں نے امام رضا علیہ السلام کا زمانہ پایا یا بعد میں تشریف لائے نے امام علیہ السلام کے بارے میں جو اظہارات کیے ہیں کو اس مقالے میں جمع کیا گیا ہے۔ یہ مقالہ علامہ ریاض قادری کی عقیدت و وارفتگی پر مشتمل تحریر ہے جو انھوں نے ماہنامہ پیام کے لیے ارسال کی۔ اللہ تعالی ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ آمین

ابن خلکان نے امام رضا کے مبارک نام کو ذکر کرنے کے بعد، ابی نواس کے امام علی رضا علیہ السلام کی شخصیت کے بارے میں اشعار کے بارے میں اشارہ کیا ہے کہ:

قيل لي أنت أحسن الناس طرا — في فنون من الكلام النبيه
لك من جيد القريض مديح — يثمر الدر في يدي مجتنيه
فعلام تركت مدح ابن موسى — و الخصال التي تجمعن فيه
قلت لا أستطيع مدح إمام — كان جبريل خادما لأبيه

و كان سبب قوله هذه الأبيات أن بعض أصحابه قال له ما رأيت أوقح منك ما تركت خمرا و لا طردا و لا معنى إلا قلت فيه شيئا و هذا علي بن موسى الرضا في عصرك لم تقل فيه شيئا

فقال و الله ما تركت ذلك إلا إعظاما له و ليس قدر مثلي أن يقول في مثله ثم أنشد بعد ساعة هذه الأبيات:

مطهرون نقيات جيوبهم — تجري الصلاة عليهم أينما ذكروا
من لم يكن علويا حين تنسبه — فما له في قديم الدهر مفتخر
الله لما برا خلقا فأتقنه — صفاكم و اصطفاكم أيها البشر
فأنتم الملأ الأعلى وعندكم — علم الكتاب و ما جاءت به السور

مجھے کہا گیا کہ تمہارا کلام سب سے اچھا ہے۔ تیری تعریف کرنے والے بھی بہت زیادہ ہیں، جو بھی تمہارا کلام سنتا ہے گویا وہ

گوہراور موتی اپنے دامن میں جمع کرتا ہے۔ تم نے اتنے کمالات اور اوصاف کے باوجود کیوں موسیٰ ابن جعفر کے بیٹے کی مدح کو اپنے اشعار میں بیان نہیں کیا؟ میں نے جواب دیا: جس شخصیت کے باپ کا جبرائیل خادم ہو، مجھ میں اس شخصیت کی مدح بیان کرنے کی طاقت اور جرات نہیں ہے۔

ابی نواس کے ان اشعار کو بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن ابی نواس کے ایک دوست نے اس سے کہا کہ میں نے آج تک تم سے زیادہ کوئی گستاخ بندہ نہیں دیکھا، کہ تم نے ہر چیز کے بارے میں شعر کہے ہیں لیکن اس زمانے میں علی بن موسیٰ الرضا جیسی شخصیت کے بارے میں کوئی شعر بھی نہیں کہا؟!

ابی نواس نے جواب دیا کہ: خدا کی قسم میں نے ان کے احترام اور بزرگواری کی وجہ سے ان کے بارے میں اشعار نہیں کہے کیونکہ میں اپنے آپ کو ان کی شان بیان کرنے کے قابل نہیں سمجھتا، پھر تھوڑی دیر بعد اس نے ان اشعار کو کہا:

وہ پاک فطرت اور پاک دامن ہیں کہ جہاں پر بھی ان کا نام لیا جائے تو، ان پر درود اور سلام بھیجا جاتا ہے۔ جس کا نسب بھی آل علی تک نہ پہنچتا ہو تو اس کے پاس فخر کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ جب خداوند نے مخلوقات کو خلق کیا تو، ان میں سے آپ کے خاندان کو عزت اور بزرگی کے لیے انتخاب کیا، آپ بلند مقام اور اسوہ عمل ہیں کہ جن کے پاس علم کتاب اور قرآن کی تفسیر کا علم ہے۔(1)(2)

خزرجی (متوفی 329ھ:)

خزرجی انصاری یمنی نے امام علی رضا (علیہ السلام) کے بارے میں لکھا ہے کہ:

علي بن موسى بن جعفر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب الهاشمي أبو الحسن الرضا ... وكان سيد بني هاشم وكان المأمون يعظمه ويجله. (3)

علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب ہاشمی، ابوالحسن رضا... وہ بنی ہاشم کے بزرگ تھے اور مامون عباسی ہمیشہ ان کا بہت احترام اور تعظیم کیا کرتا تھا۔

مسعودی (متوفی 346ھ:)

مسعودی شافعی نے بھی امام علی رضا (علیہ السلام) کی عظمت کو مامون عباسی کی زبان سے اس طرح بیان کیا ہے کہ:

ووصل إلى المأمون أبو الحسن علي بن موسى الرضا، وهو بمدينة مَرْوَ، فأنزله المأمون أحسنَ إنزال، وأمر المأمون بجميع خواص الأولياء، وأخبرهم أنه نظر في ولد العباس، وولد علي رضي الله عنهم، فلم يجد في وقته أحداً أفضَلَ ولا أحَقَّ بالأمر من علي بن موسى الرضا، فبايَعَ له بولاية العهد، وضرب اسمه على الدنانير والدراهم. (4)

اور علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام مأمون کے پاس شہر مرو میں آئے تو اس نے امام علی رضا علیہ السلام کو بہت ہی اچھی جگہ رہنے کے لیے دی، اور اس نے تمام دوستوں اور اپنے نزدیکیوں کو حکم دیا اور ان کو بتایا کہ اس نے تمام بنی عباس

اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی اولاد کو مشاہدہ کیا اور ان کے بارے میں تحقیق کی ہے کہ اس زمانے میں کوئی بھی علی ابن موسی الرضا علیہ السلام سے بڑھ کر مقام امامت کے لیے اہل اور مناسب نہیں ہے۔ اس لیے مامون نے ان کی اپنے ولی عہد کے عنوان سے بیعت کی اور علی ابن موسی علیہ السلام کے نام سے سکہ، درہم اور دینار جاری کیے۔

ابن حبان (متوفی 354ھ:)

محمد بن حبان نے امام رضا (علیہ السلام) کے بارے میں اپنی کتاب الثقات میں اس طرح لکھا ہے کہ

علی بن موسی الرضا و هو علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن أبی طالب أبو الحسن من سادات أهل البیت و عقلائهم و جلة الهاشمیین و نبلائهم یجب أن یعتبر حدیثه. (5)

علی بن موسی الرضا کہ جو موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابیطالب علیہم السلام کے بیٹے ہیں، انکی کنیت ابو الحسن ہے کہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ السلام کے اہل بیت اور بنی ہاشم کے بزرگان، عقلاء، نجیب اور با شرافت انسان ہیں کہ ان کی احادیث کو معتبر جاننا واجب ہے۔

وہ امام علی رضا علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے بارے میں کہتا ہے کہ:

و قبره بسناباذ خارج النوقان مشهور یزار بجنب قبر الرشید قد زرته مرارا کثیرة و ما حلت بی شدة فی وقت مقامی بطوس فزرت قبر علی بن موسی الرضا صلوات الله علی جده و علیه و دعوت الله إزالتها عنی إلا أستجیب لی و زالت عنی تلك الشدة و هذا شیء جربته مرارا فو جدته كذلك. (6)

اور علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کی قبر سناباد کے علاقے نوقان میں مشہور ہے اور انکی زیارت بھی کی جاتی ہے۔ میں نے انکی قبر کی کئی مرتبہ زیارت کی ہے اور جب میں طوس میں رہتا تھا تو جب بھی میرے لیے کوئی علمی مسئلہ پیش آتا تھا تو میں فوری امام رضا کی قبر کی زیارت کے لیے جاتا تھا اور وہاں جا کر اس علمی مسئلے کا حل خداوند سے طلب کرتا تھا تو حتمی اور لازمی طور پر میری دعا قبول اور مشکل حل ہو جاتی تھی۔ میں نے کئی مرتبہ اس بات کو تجربہ کیا ہے اور ہر بار میری مشکل حل ہو جاتی تھی۔

حاکم نیشاپوری (متوفی 405ھ:)

حاکم نیشاپوری امام علی رضا علیہ السلام اور انکی زیارت کی فضیلت کے بارے میں کہتا ہے کہ:

ابو الحسن الامام الشهید... استشهد بسناباد من طوس... و قال الرضا رضی الله عنه: »من زارنی علی بعد داری اتیته یوم القیمة [فی] ثلث مواطن اخلّصه من اهوالها، اذا تطایرت الکتب یمینا و شمالا و عند الصراط و عند المیزان. (7)

علی بن موسی الرضا علیہ السلام ابو الحسن شہید امام ہیں کہ جو سناباد طوس میں شہید ہوئے اور امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو بھی عالم غربت اور وطن سے دور میری زیارت کرے گا تو میں بھی تین مقام پر اس کے پاس آؤں گا اور اسکو خطرات اور مشکلات سے نجات دوں گا، ☆ جب نامہ اعمال کو بعض کے دائیں ہاتھ اور بعض کے بائیں ہاتھ میں

دیا جائے گا، ☆پل صراط سے گزرتے وقت، ☆اعمال کے حساب وکتاب کے وقت،

سمعانی (متوفی562ھ:)

اس نے امام علی رضا علیہ السلام کے بارے میں ایسے لکھا ہے کہ:

والرضا كان من أهل العلم والفضل مع شرف النسب.(8)

علی بن موسی الرضا علیہ السلام) اہل علم وصاحب فضیلت اور شریف النسب انسان تھے۔

ابن جوزی (متوفی 597ھ:)

ابن جوزی امام رضا(ع) کے علمی کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

وكان يفتي في مسجد رسول الله صلي الله عليه وآله وهو ابن نيف وعشرين سنة.(9)

اور علی بن موسی الرضا (علیہ السلام) مدینہ میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر فتوی دیا کرتے تھے، حالانکہ انکی عمر اس وقت بیس سال کے نزدیک تھی۔

فخر رازی (متوفی604ھ:)

فخر الدین رازی عالم شافعی سورہ کوثر کے نازل ہونے کے بارے میں مختلف مباحث کو بیان کرنے کے بعد کہتا ہے کہ کوثر کے مصادیق میں سے ایک مصداق حضرت فاطمہ زہرا (سلام اللہ علیہا) کی اولاد ہے، وہ لکھتا ہے کہ:

والقول الثالث: الكوثر أولاده قالوا: لأن هذه السورة إنما نزلت رداً على من عابه عليه السلام بعدم الأولاد، فالمعنى أنه يعطيه نسلاً يبقون على مر الزمان، فانظر كم قتل من أهل البيت، ثم العالم ممتلىء منهم، ولم يبق من بني أمية في الدنيا أحد يعبأ به، ثم أنظر كم كان فيهم من الأكابر من العلماء كالباقر والصادق والكاظم والرضا عليهم السلام والنفس الزكية وأمثالهم.(10)

اور تیسرا قول کوثر کی تفسیر کے بارے میں یہ ہے کہ: کوثر سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اولاد ہے، کہا گیا ہے کہ: کیونکہ یہ سورہ ان لوگوں کے جواب میں نازل ہوئی ہے کہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بے اولاد ہونے کے طعنے دیا کرتے تھے۔ پس اس کا یہ معنی ہے کہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ایسی اولاد اور نسل عطا فرمائی ہے کہ جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گی۔ آپ خود دیکھو کہ تاریخ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اہل بیت کو کس قدر قتل کیا گیا! لیکن پھر بھی کائنات کے مشرق اور مغرب میں سادات موجود ہیں، اور اس طرف سے بنی امیہ میں سے کوئی بھی قابل ذکر انسان باقی نہیں بچا۔ اور ان سادات میں کس قدر علماء اور بزرگان موجود ہیں، جیسے آئمہ اطہار: باقر، صادق، کاظم اور رضا علیہم السلام ونفس زکیہ، وغیرہ وغیرہ۔

ابن اثیر (متوفی:606ھ:)

ابن اثیر جزری شافعی نے جامع الاصول امام علی رضا علیہ السلام کے کثیر فضائل کے بارے میں اس طرح لکھا ہے کہ:

علي بن موسى الرِّضا هو أبو الحسن، علي بن موسى بن جَعْفَر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب الهاشمي، المعروف بالرِّضا ... وإليه انتهت إمامة في زمانه. و فضائله أكثر من أن تُحصى، رحمة الله عليه و رضوانه. (11)

علی بن موسی الرضا کہ وہ ابوالحسن، علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن طالب حاشمی ہیں جو رضا کے نام سے معروف ہیں کے فضائل اتنے زیادہ ہیں کہ جن کا شمار نہیں ان پر اللہ کی رحمت ہو۔

ذہبی (متوفی 748ھ:)

شمس الدین ذہبی نے بھی لکھا ہے کہ:

علي الرضى الإمام السيد أبو الحسن علي الرضى بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علي بن الحسين الهاشمي العلوي المدني... و كان من العلم و الدين و السودد بمكان ... وقد كان علي الرضى كبير الشأن أهلا للخلافة. (12)

علی الرضا امام اور سید، ابوالحسن علی الرضا علیہ السلام ہیں کہ جو امام موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی بن الحسین علیہم السلام کے بیٹے اور ہاشمی علوی مدنی ہیں... علم و دین اور شرافت کے لحاظ سے بلند مرتبے پر فائز تھے، اور علی بن موسی الرضا اتنے بلند مرتبہ تھے کہ جو مقام خلافت اور امت کی رہبری کے لیے اہل اور مناسب تھے۔

اسی طرح جہاں اس نے ایک ایک کر کے آئمہ کے اسماء کو ذکر کیا ہے تو وہاں پر امام علی رضا علیہ السلام کے بارے میں ایسے لکھا ہے کہ:

و ابنه علي بن موسى الرضا كبير الشان له علم و بيان و وقع في النفوس صيره المامون ولي عهده لجلالته. (13)

اور ان (موسی ابن جعفر) کے بیٹے علی بن موسی الرضا بلند مرتبہ ہیں کہ جو صاحب علم اور بیان تھے کہ جن کا کلام دلوں پر اثر کرتا تھا، مامون نے امام رضا کی عظمت اور جلالت کی وجہ سے ان کو اپنا ولی عہد قرار دیا ہوا تھا۔

صفدی (متوفی 764ھ:)

صفدی شافعی اہل سنت کے عالم نے امام علی رضا علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ:

علي بن موسى بن جعفر بن محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبو طالب أبو الحسن الرضا ... و هو أحد الأئمة الاثني عشر كان سيد بني هاشم في زمانه. (14)

علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ابی الحسن کہ جن کا لقب رضا تھا... کہ جو اہل بیت کے بارہ اماموں میں سے ایک امام ہیں اور اپنے زمانے میں بنی ہاشم کے بزرگ اور سردار تھے۔

یافعی (متوفی: 768ھ:)

یافعی شافعی نے سال 203 ہجری کے حوادث میں امام علی رضا علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ:

وفیھا توفي الامام الجلیل المعظم سلالة السادة الاکارم أبو الحسن علی بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین علی بن الحسین ابن علی بن ابی طالب أحد الائمة الاثنی عشر اولی المناقب۔(15)

سال 203 ہجری میں امام بزرگوار نسل سادات کریم ابو الحسن علی بن موسی کہ جو جعفر الصادق بن محمد الباقر بن زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابیطالب علیہم السلام کے بیٹے تھے، نے وفات پائی، کہ جو اھل بیت کے بارہ اماموں میں سے ایک امام کہ جن کے بہت سے فضائل ہیں۔

ابو المحاسن بردی ظاہری (متوفی 874ھ:)

یوسف بن تغری بردی بن عبد اللہ ظاہری حنفی نے بھی سال 203 ہجری کے حوادث میں لکھا ہے کہ:

وفیھا توفي علي الرضی ابن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علي زین العابدین بن الحسین بن علي بن أبی طالب، الإمام أبو الحسن الهاشمي العلوي الحسیني، کان إماما عالما ... و کان علي هذا سید بني هاشم في زمانه و أجلّهم، و کان المأمون یعظمه و یبجله و یخضع له و یتغالی فیه.(16)

سال 203 ہجری میں علی بن موسی الرضا فرزند موسی الکاظم بن جعفر بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب امام ابو الحسن ھاشمی علوی حسینی نے وفات پائی۔ وہ امام اور عالم تھے کہ جو اپنے زمانے میں بنی ہاشم کے بزرگ اور سردار تھے، مامون ہمیشہ ان کی عزت اور احترام کرتا تھا اور امام کے سامنے عاجزی اور انکساری کرنے میں بہت مبالغہ آرائی سے کام لیتا تھا۔

سمہودی (متوفی 911ھ:)

سمہودی شافعی نے امام علی رضا علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ:

فکان أوحد زمانه جلیل القدر.(17)

علی بن موسی الرضا علم اور تقوی کے لحاظ سے اپنے زمانے میں سب سے منفرد اور بہت عظمت کے مالک تھے۔

قرمانی (متوفی: 1019ھ:)

قرمانی نے بھی امام علی رضا علیہ السلام سے متعلق فصل میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ:

و کانت مناقبه علیه و صفاته سنیة... و کراماته کثیرة و مناقبه شهیرة... و کان رضي الله عنه قلیل النوم، کثیر الصوم، و کان جلوسه في الصیف علي حصیر و في الشتاء علي جلدة شاة.(18)

علی بن موسی الرضا علیہ السلام کے فضائل اور صفات بلند مرتبہ تھے کہ انکی کرامات بہت زیادہ اور مشہور تھیں اور وہ بہت کم سوتے اور زیادہ روزے رکھتے تھے اور وہ گرمیوں میں ایک چٹائی اور سردیوں میں بھیڑ کی کھال پر بیٹھا کرتے تھے۔

شبراوی (متوفی 1171ھ:)

شبراوی شافعی نے امام علی رضا علیہ السلام کے کثیر فضائل اور صفات کے بارے میں لکھا ہے کہ:

كان رضي الله عنه كريما جليلا مهابا موقرا ... و كانت مناقبه علّيه و صفاته سنيه و نفسه الشريفة هاشمية و أرومته الكريمة نبوية كراماته أكثر من ان تحصر و أشهر من ان تذكر. (19)

علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کریم، بزرگوار، بارعب اور باوقار تھے، ان کے فضائل عالی مرتبہ اور صفات نیک تھیں، وہ شریف النفس اور ہاشمی تھے، انکی زندگی کی روش اور طریقہ، رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگی کی روش اور طریقے پر تھی۔ انکی کرامات اتنی زیادہ ہیں کہ انکو شمار کیا جاسکے اور اس قدر مشہور ہیں کہ ذکر کرنے کی محتاج نہیں ہیں۔

نبہانی (متوفی 1350ھ:)

اس نے اپنی کتاب میں امام رضا علیہ السلام کو بزرگ آئمہ میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ:

علي الرضا بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق أحد أكابر الأئمة و مصابيح الأمة، من أهل بيت النبوة و معادن العلم و العرفان و الكرم و الفتوة. كان عظيم القدر، مشهور الذكر. (20)

علی الرضا فرزند موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بزرگ آئمہ میں سے ایک ہیں، وہ اس امت کے روشن چراغ ہیں کہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اہل بیت، علم، عرفان، کرامت اور مردانگی کا مرکز ہیں کہ جو بہت بزرگوار اور ان کا ذکر بہت مشہور ہے۔

زرکلی (متوفی 1410ھ:)

خیر الدین زرکلی نے امام علی رضا علیہ السلام کے مقام کے بارے میں لکھا ہے کہ:

عليّ الرِّضى علي بن موسى الكاظم بن جعفر الصادق، أبو الحسن، الملقب بالرضى: ثامن الأئمة الاثني عشر عند الإمامية، و من أجلاء السادة أهل البيت و فضلائهم. (21)

علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ابی الحسن کہ جن کا لقب رضا تھا، اور جو اہل بیت کے بارہ آئمہ میں سے آٹھویں امام ہیں کہ جو بلند مرتبہ سادات اور اہل بیت میں بافضیلت انسان ہیں۔

حوالہ جات

1۔ ابن خلکان، ابو العباس شمس الدین أحمد بن محمد بن ابی بکر (متوفی 681)، وفیات الاعیان و انباء أبناء الزمان، ج3 ص268، 269، تحقیق احسان عباس، ناشر: دار الثقافۃ۔ لبنان

2۔ الاتابکی، جمال الدین ابی المحاسن یوسف بن تغری بردی (متوفی 874)، النجوم الزاهرة فی ملوک المصر و القاهرة، ج2 ص175، ناشر: وزارة الثقافة والارشاد القومی۔ مصر

3۔ الخزرجي الانصاري اليمني، الحافظ الفقيه صفي الدين أحمد بن عبدالله (متوفى 329)، خلاصة تذهيب تهذيب الكمال في أسماء الرجال، ج1 ص278، تحقيق: عبدالفتاح أبو غدة دار النشر: مكتب المطبوعات الإسلامية/ دار البشائر، حلب/ بيروت

4۔ المسعودي، ابوالحسن علي بن الحسين بن علي (متوفى 346) مروج الذهب، ج2 ص48، الجامع الكبير کی سی ڈی کے مطابق

5۔ التميمي البستي، محمد بن حبان بن أحمد ابو حاتم (متوفى 354)، الثقات، ج8 ص456، تحقيق: السيد شرف الدين أحمد، ناشر: دار الفكر

6۔ التميمي البستي، محمد بن حبان بن أحمد ابو حاتم (متوفى 354)، الثقات، ج8 ص457، تحقيق: السيد شرف الدين أحمد، ناشر: دار الفكر

7۔ حاکم نیشاپوری، ابوعبدالله (متوفى 405)، تاریخ نیشاپور، نشر آگہ، تہران، اول، 1375 ش

8۔ السمعاني، ابي سعيد عبدالكريم بن محمد ابن منصور التميمي (متوفى 562)، الانساب، ج3 ص74، تحقيق: عبدالله عمر البارودي، دار النشر: دار الفكر بيروت

9۔ ابن جوزي، عبدالرحمن بن علي بن محمد، (متوفى 597) المنتظم في تاريخ الملوك والامم، ج10، ص119، 120، دار النشر: دار صادر بيروت

10۔ الرازي الشافعي، فخر الدين محمد بن عمر التميمي (متوفى 604)، التفسير الكبير أو مفاتيح الغيب، ج32 ص117، ناشر: دار الكتب العلمية بيروت

11۔ ابن أثير الجزري، المبارك بن محمد ابن الاثير (المتوفى: 606)، جامع الاصول في أحاديث الرسول، ج12 ص715، تحقيق: بشير عيون، ط دار الفكر

12۔ الذهبي الشافعي، شمس الدين ابوعبدالله محمد بن أحمد بن عثمان (متوفى 748)، سير أعلام النبلاء، ج9 ص387 و392، تحقيق: شعيب الارنؤوط، محمد نعيم العرقسوسي، ناشر: مؤسسة الرسالة بيروت

13۔ الذهبي الشافعي، شمس الدين ابوعبدالله محمد بن أحمد بن عثمان (متوفى 748)، سير أعلام النبلاء، ج13 ص121، تحقيق: شعيب الارنؤوط، محمد نعيم العرقسوسي، ناشر: مؤسسة الرسالة بيروت

14۔ الصفدي، صلاح الدين خليل بن أيبك (متوفى 764)، الوافي بالوفيات، ج22 ص154، تحقيق أحمد الارناؤوط وتركي مصطفى، ناشر: دار إحياء التراث بيروت

15۔ اليافعي، ابومحمد عفيف الدين عبدالله بن أسعد بن علي بن سليمان (المتوفى: 768)، مرآة الجنان وعبرة اليقظان في معرفة ما يعتبر من حوادث الزمان، ج2، ص10، حاشية: خليل المنصور، الناشر: دار الكتب العلمية بيروت لبنان

16۔ الاتابكي، جمال الدين ابي المحاسن يوسف بن تغري بردى (متوفى 874)، النجوم الزاهرة في ملوك المصر والقاهرة، ج2 ص174 و175، ناشر: وزارة الثقافة والارشاد القومي۔ مصر

17۔ السمهودي، علي بن عبدالله بن أحمد الحسني الشافعي (متوفى 911)، جواهر العقدين، ص446 بيروت، دار الكتب العلمية

18۔ القرماني، أحمد بن يوسف، (المتوفى: 1019)، أخبار الدول وآثار الاول في التاريخ، ج1 ص341-344، المحقق، الدكتور فهمي سعد، الدكتور أحمد حطيط، عالم الكتاب

19۔ الشبراوي الشافعي، عبدالله بن محمد بن عامر (متوفاي 1171)، الاتحاف بحب الاشراف، 58، دار النشر: مصطفي البابي الحلبي وأخويه مصري تا

20۔ النبهاني يوسف بن اسماعيل، (متوفى 1350)، جامع كرامات الاولياء، ج2 ص، 311، مركز اهل السنت بركات رضا فوربندر گجرات هند

21۔ الزركلي، خير الدين (متوفى 1410)، الاعلام، ج5 ص26، ناشر: دار العلم للملايين بيروت لبنان

سیرت و کردار امام رضاؑ اہلسنت علماء و محدثین کی نظر میں

ڈاکٹر ندیم عباس

خلاصہ: امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام ائمہ اہلبیت میں سے آٹھویں امام ہیں۔ علم، حلم، جود و سخا اور شجاعت میں بے مثال ہیں۔ آپ نے اپنے زمانے میں دین اسلام کی حقیقی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی۔ آپ علیہ السلام کی امامت مسلمہ امر ہے، قرآن، حدیث، فقہ، علم کلام غرض تمام علوم میں آپ کی خدمات بے نظیر ہیں۔ محدثین نے آپ سے احادیث کو نقل کیا صرف حدیث سلسلۃ ذھب جو آپ سے مروی ہے اس کے اسناد کو بہترین اسناد کہا گیا اور محدثین نے کہا اگر کسی پاگل پر اس بابرکت حدیث کی سند کو پڑھا جائے تو وہ بھی صحت مند ہو جائے گا۔ آپ کو زہر سے شہید کیا گیا۔ آپ کا مزار مرجع خلائق ہے ہر دور کے بڑے بڑے علما و محدثین آپ کے روضہ مبارک پر حاضری دیتے رہے تھے اور اپنی مشکلات میں یہاں آکر آپ سے متوسل ہوتے اور مشکل کو کشا ہوتا دیکھتے رہے۔ ان فیوض برکات کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ بلا تفریق مذہب و مسلک آپؑ کی تعلیمات ان سے استفادہ کرنا چاہیے۔

امام رضا کا تعارف

آپ کا نام علیؑ تھا آپؑ سلسلہ ائمہ اہلبیتؑ میں تیسرے شخص ہیں جن کا نام علیؑ ہے۔2 آپ کی کنیت ابوالحسن تھی اس حوالے سے امام موسیٰ کاظمؑ کا مشہور فرمان ہے کہ میرے اس فرزند کی کنیت میری کنیت ہوگی۔ معروف عالم غیاث الدین شافعی کہتے ہیں آپ کے بہت سے القابات مشہور ہیں جن میں رضا، ہاشمی، علوی، حسینی، قرشی، مدنی، ولی، حجی، صابر، زکی اور قائم زیادہ معروف ہیں، ان میں سے بھی آپ کا سب سے مشہور لقب رضا ہے۔ آپ کی خاندانی شرافت و فضیلت کے بارے میں تو دنیا حیرت میں مبتلا ہے آپؑ کے والد حضرت امام موسیٰ کاظمؑ ہیں جن کی عبادت و ریاضت ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ کی والدہ کے بارے میں محمد خواجہ پارسای بخاری حنفی لکھتے ہیں:

> **و کانت أمه من أشراف العجم و کانت من افضل النساء فی عقلها و دینها**
>
> آپ کی والدہ ماجدہ کا تعلق اشرف ترین عجمی خاندان سے تھا۔ وہ عقل و دین میں اپنے زمانے کی خواتین میں سب سے بڑھ کر تھیں۔

عرب کہتے ہیں فضیلت ہوتی ہے جس کی گواہی آپ کا مخالف بھی دے، ظاہری طور پر ساتھ اور اندرونی طور پر مخالف عباسی حکمران مامون نے امامؑ کے متعلق جو رائے دی مشہور مورخ مسعودی نے اسے یوں نقل کیا ہے:

و وصل إلى المأمون أبو الحسن علي بن موسى الرضا، و هو بمدينة مَرْوَ، فأنزله المأمون أحسنَ إنزال، و أمر المأمون بجميع خواص الأولياء، و أخبرهم أنه نظر في ولد العباس، و ولد علي رضي الله عنهم، فلم يجد في وقته أحداً أفضَلَ و لا أحَقَّ بالأمر من علي بن موسى الرضا، فبايَعَ له بولاية العهد، و ضرب اسمه على الدنانير و الدراهم.

اور علی بن موسیٰ الرضا (ع) مأمون کے پاس شہر مرو میں آئے تو اس نے امام رضاؑ کو بہت ہی اچھی جگہ رہنے کے لیے دی اور اس نے تمام دوستوں اور اپنے نزدیکیوں کو حکم دیا اور ان کو بتایا کہ اس نے تمام بنی عباس اور علی ابن ابی طالبؑ کی اولاد کا مشاہدہ اور ان کے بارے میں تحقیق کی ہے کہ اس زمانے میں کوئی بھی علی ابن موسیٰ الرضاؑ سے بڑھ کر مقام امامت کے لیے اہل اور مناسب نہیں ہے۔ اس لیے مامون نے ان کی اپنے ولی عہد کے عنوان سے بیعت لی اور علی ابن موسیٰؑ کے نام سے سکہ، درہم اور دینار جاری کیے۔

امامؑ کے علم کے متعلق ابن جوزی نے لکھا ہے:

و کان یفتی فی مسجد رسول الله صلى الله عليه و آله و هو ابن نيف و عشرين سنة.

اور علی بن موسیٰ الرضا (ع) مدینہ میں مسجد نبوی میں بیٹھ کر فتویٰ دیا کرتے تھے، حالانکہ انکی عمر اس وقت بیس سال کے نزدیک تھی۔

امام رضاؑ کی امامت

امام رضاؑ کی امامت پر بہت سے علماء نے قلم اٹھایا معروف عالم ابن صباغ مالکی لکھتے ہیں:

و ممن روى ذلک من اهل العلم و الدين داود بن كثير الرقي قال: قلت لموسى الكاظم (ع): »جعلت فداک إني قد كبرَتْ سني فخذ بيدي و أنقِذْني من النار مَنْ صاحبنا بعدک؟ قال: فأشار إلى ابنه أبي الحسن الرضا فقال: هذا صاحبكم بعدي۔

اہل علم و دین کی ایک بڑی تعداد سے روایت ہوا ہے کہ داود بن کثیر رقی نے امام موسیٰ کاظمؑ سے پوچھا آپ پر قربان جاؤں میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور میرا ہاتھ پکڑیں اور مجھے جہنم سے نجات دیں۔ آپ کے بعد ہمارا سرپرست کون ہو گا؟ آپ نے اپنے بیٹے ابی الحسن رضاؑ کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا کہ یہ میرے بعد تمہارے سرپرست ہوں گے۔

امام رضاؑ کی امامت اور آپ کی جانشینی کو روایت مخزومی میں بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے:

رُوِی عن المخزومی و كانت امه من ولد جعفر بن ابی طالب (رضی الله عنه) قال: بعث الينا موسى الكاظم فجمعنا ثم قال: اتدرون لِمَ جَمَعْتُكم؟ فقلنا: لا. قال: اِشْهَدوا انّ ابنى هذا، و أشار إلى علي بن موسى الرضا هو وصيي و القائم بأمري و خليفتي من بعدي من كان له عندي دِيْن فليأخذه من ابني هذا، و مَنْ كانتْ له عندي عدة فلْيَستنجِزها منه و من لم يكنْ له بُدّ من لقائي فلا يلقني إلا بكتابه

مخزومی جن کی ماں حضرت جعفر بن ابی طالبؑ کی اولاد سے تھیں روایت کرتے ہیں کہ ایک روز امام موسی کاظمؑ نے ہمیں بلایا اور جمع کیا اور فرمایا کیا تم جانتے ہو تمہیں کس لیے جمع کیا ہے؟ سب نے کہا نہیں، امام نے علی بن موسی رضاؑ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا میرا یہ بیٹا میرا جانشین اور میرے حکم کو بجالانے والا اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے جس نے مجھ سے جو کچھ لینا ہے وہ اس سے لے، جس کو میں نے وعدہ کیا ہے وہ اس فرزند سے طلب کرے اور جو کوئی مجھ سے ملنا چاہتا ہے وہ پہلے ان سے اجازت لے۔

معروف عالم محمد خواجہ پارسای بخاری حنفی امامؑ کی امامت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

قال موسی بن جعفر: علی ابنی اکبرُ وُلدی، و أسمَعُهم لقولی، و أطوعُهم لأمری من أطاعه رَشَدَه

موسی بن جعفرؑ نے کہا علی رضا میرے بڑے بیٹے ہیں، میری سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے ہیں اور جو کوئی ان کی پیروی کرے گا ہدایت پائے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام علی رضاؑ کی امامت ایک ایسا مشہور امر ہے جس پر اہلسنت علما نے قلم اٹھایا اور آپ کی امامت و رہبری کا تذکرہ کیا۔ آپؑ کے علم و فضل کے تذکرے عباسی محلات میں ہوتے۔ آپ کے علمی بحث مباحثوں نے زندق، اہل کتاب اور دیگر گمراہ گروہوں کی حق کی طرف رہنمائی کی۔

امام کا مقامِ حدیث

محدثین نے آپؑ کی شخصیت سے استفادہ کیا اور ذخیرہ حدیث میں آپؑ سے منقول احادیث کو جگہ دی۔ ہم امامؑ کے مقام حدیث سے متعلق چند علما کی آراء کو پیش کرتے ہیں:

محدثین نے آپ کا شمار محدثین اہل مدینہ آٹھویں طبقہ میں کیا ہے اور بعض کے نزدیک آپ کا تعلق دسویں طبقہ سے ہے۔

ترمذی، ابوداوود اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں زکوۃ، ایمان اور دیگر ابواب میں آپ سے احادیث کو نقل کیا ہے۔

ذہبی کے مطابق امامؑ نے بہت سے لوگوں سے حدیث نقل کی ہے جن میں اپنے والد موسی بن جعفرؑ بھی شامل ہیں اور آپ سے اسحاق بن راھویہ اور امام احمد بن حنبل سمیت کئی محدثین نے احادیث نقل کی ہیں۔

ابن حبان امام کی شان اور آپ کے خاندان کی فضیلت بیان کرنے کے بعد آپ کے مقام حدیث کو بیان کرتے ہیں:

علی بن موسی الرضا أبو الحسن من ساداۃ أهل البیت و عقلائهم و جلّة الهاشمیین و نبلاءهم یجب أن یعتبر حدیث إذا روی عنه

علی بن موسی رضا ابوالحسن اہل بیت کے سردار ہیں اور ان کے قابل ترین فرد اور ہاشمیوں کے سید و سردار کی حیثیت رکھتے ہیں ضروری ہے جب آپ سے کوئی روایت ہو اسے قبول کیا جائے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

آپ سے ائمہ حدیث نے نقل روایت کی ہے جن میں آدم بن ابی ایاس، نصر بن علی الجھنی، محمد بن رافع القشیری اور دیگر شامل ہیں۔

حدیث سلسلۃ ذھب

امام رضاؑ سے مروی مشہور ترین حدیث جسے محدثین کی ایک بڑی تعداد نے آپ سے نقل کیا وہ حدیث سلسلۃ ذھب ہے۔ نیشاپور کے اہل علم کے سامنے امامؑ نے اپنے جد کی اس مشہور حدیث کو بیان فرمایا اور انہوں نے پوری امانتداری کے ساتھ اسے نقل کر دیا۔ حدیث کا متن کچھ یوں ہے:

جب امام رضا نیشاپور میں داخل ہوئے تو امام کی سواری رکی، آپ کجاوے کے اندر بیٹھے ہوئے تھے اور انکا مبارک چہرہ کسی کو نظر نہیں آرہا تھا۔ نیشاپور کے دو عالم، ابو زرعہ اور محمد ابن اسلم طوسی اور دوسرے بہت سے طالب علم امام رضا کے استقبال کے لیے آئے ہوئے تھے۔ ابو زرعہ اور محمد بن اسلم نے گریے کی حالت میں امام سے التماس کی کہ ہمیں اپنا مبارک چہرہ دکھائیں اور اپنے آباء واجداد سے ہمارے لیے ایک حدیث کو نقل کریں۔ اس وقت امام کا اونٹ رک گیا اور امام نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ کجاوے کے پردے کو ہٹاؤ تا کہ لوگ امام کے نورانی جمال کو دیکھ سکیں۔ لوگوں کی یہ حالت تھی کہ بعض بلند آواز سے نعرے لگا رہے تھے، بعض لوگ زمین پر سینے کے بل امام کی سواری کے پیچھے جا رہے تھے اور بعض امام کی سواری کے نیچے سے خاک کو بوسے دے رہے تھے۔

علماء نے لوگوں سے کہا کہ چپ ہو جائیں اور ابو زرعہ اور محمد ابن اسلم نے امام رضاؑ سے درخواست کی کہ ہمارے لیے ایک حدیث کو بیان کریں، اس پر امام نے فرمایا کہ: میرے والد موسیٰ بن جعفرؑ نے اپنے والد جعفر صادقؑ سے اور انھوں نے اپنے والد محمد باقرؑ سے اور انھوں نے اپنے والد زین العابدینؑ سے اور انھوں نے اپنے والد حسینؑ سے اور انھوں نے اپنے والد علی بن ابیطالبؑ سے نقل کیا ہے فرمایا کہ: میرے حبیب اور میری آنکھوں کے نور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبرائیلؑ نے میرے لیے روایت کی ہے کہ خداوند نے مجھے ایسا کہا ہے کہ: لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے، جو بھی اس کلمے کو کہے گا، وہ میرے قلعے میں داخل ہو جائے گا اور جو بھی میرے قلعے میں داخل ہو جائے گا، وہ میرے عذاب سے محفوظ رہے گا"، امام رضا اس حدیث کو نقل کر کے کجاوے کا پردہ گرا کر اپنی سواری پر چل پڑے۔ تقریباً 20 ہزار لوگ امام کی اس حدیث کو لکھ رہے تھے۔

پھر فرمایا: اس کی کچھ شرائط بھی ہیں و انا من شروطھا اور میں ان شرائط میں سے ہوں۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ: ایمان، دل سے معرفت حاصل کرنے، زبان سے اقرار کرنے اور اعضاء اور جوارح سے عمل کرنے کو کہتے ہیں۔

البتہ شاید یہ ہر دو روایات امام رضاؑ سے دو مختلف مقامات پر نقل ہوئی ہوں۔

اس سلسلہ سند کو معتبر ترین سلسلہ سند سمجھا جاتا ہے اور اس کے کئی اثرات کا علماء نے ذکر کیا ہے:

قال أحمد لو قرأت هذا الإسناد على مجنون لبریء من جنته.

احمد بن حنبل کہتے ہیں اگر اس سند کو پاگل شخص پر پڑھا جائے تو وہ یقینی طور پر صحیح و سالم ہو جائے گا۔

اسی طرح حافظ ابو نعیم کہتے ہیں:

هذا حديث ثابت مشهور بهذا الإسناد من رواية الطاهرين عن آبائهم الطيبين، و كان بعض سلفنا من

المحدثين إذا روى هذا الإسناد (أي أسماء الأئمة عليهم السلام) قال: لو قُرئ هذا الإسناد على مجنونٍ لأفاق.

یہ حدیث ثابت اور یہ آپ کے پاکیزہ آباء کے اسناد سے مشہور ہے۔ ہمارے سلف میں سے کچھ محدثین جب ان اسماء کے ساتھ اس کو روایت کرتے تو کہتے تھے اگر اس اسناد حدیث کو کسی پاگل شخص پر پڑھا جائے تو وہ ٹھیک ہو جائے گا۔

اس حدیث میں جہاں امام نے توحید کی اہمیت اور موحد کی شان و عظمت بیان کی ہے وہیں اپنی ولایت و امامت کا بھی اظہار فرمایا ہے۔

شہادت یا وفات

امام رضاؑ کو مامون نے اپنا جانشین بنایا اور پھر موقع ملتے ہی انگوروں میں زہر دے کر شہید کر دیا۔ علمائے کرام نے اس کی تصریح کی ہے کہ آپ کو زہر سے شہید کیا گیا اور یہ زہر بھی انگوروں میں دیا گیا۔ کچھ علما نے یہ لکھا کہ مامون سے یہ زہر انار یا شربت کے ذریعے دیا تھا۔ بہر حال یہ واضح ہے کہ مامون نے امامؑ کو زہر دیا اور آپ کی شہادت اسی وجہ سے ہوئی۔ جنہوں نے طبعی وفات کا لکھا انہوں نے حالات اور اس دور کی عباسی سیاست پر غور نہیں کیا اور حکومتی موقف سے متاثر ہو گئے۔ علما و محدثین کی بڑی تعداد نے آپ کی شہادت کے واقعہ کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے محققین کے ہاں یہ واضح ہے کہ امامؑ کو شہید کیا گیا۔ کچھ علما کی آراء کو بطور نمونہ ذکر کرتے ہیں:

۱۔ ابن حبان

ابن حبان لکھتے ہیں:

مات علی بن موسی بطوس من شربة سقاها إياها المأمون فمات من ساعة

امام علی رضاؑ کا انتقال طوس میں اس شربت کی وجہ سے ہوا جو مامون نے پلایا تھا اور اسی وقت آپ کا انتقال ہوا۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

قد سُمَّ من ماء الرمان و اسقي قَتَلَه المأمون

امام کو مامون نے انار کا جوس پلایا جس سے وہ شہید ہوئے۔

۲۔ محمد بن علی حلبی

محمد بن علی حلبی کہتے ہیں:

مات علی الرضا سمه المأمون

امام رضاؑ کا انتقال مامون کی دی گئی زہر کی وجہ سے ہوا۔

۳۔ صفدی شافعی

معروف شافعی محقق صفدی لکھتے ہیں:

و آل امر مع المأمون إلى أن سمه فی رمانه علی ما قیل مداراة لبنی العباس

امام کا مامون کے ساتھ معاملہ یوں ہوا کہ اس نے امام کو انار میں زہر دیا تا کہ بنی عباس کو حمایت حاصل کر سکے۔

۴۔ ابوالفرج اصفہانی

ابوالفرج اصفہانی لکھتے ہیں:

کان المأمون عقد له علی العهد من بعده ثم دَسّ إلیه فی ما ذکر بعد ذلک سماً فمات منه

مامون نے امام رضاؑ کو اپنا جانشین بنایا اس کے بعد آپ کو زہر دیا جس سے آپ کا انتقال ہو گیا۔

۵۔ حاکم نیشاپوری

استشهد علی بن موسی بسناباذ من طوس

امام رضاؑ طوس میں شہید کیے گئے۔

۶۔ ابن صباغ مالکی

استشهد علی بن موسی الرضا

امام علی بن موسی رضاؑ شہید کیے گئے۔

۷۔ فضل بن روزبہان خُنجی اصفہانی حنفی

الإمام القائم الثامن الشهید بالسّم فی العم

آٹھویں امام جو قائم ہیں انھیں زہر سے شہید کیا گیا۔

۸۔ مسعودی شافعی

و فی خلافته قبض علی بن موسی الرضا مسموماً بطوس

مامون کی خلافت کے زمانے میں علی بن موسی رضاؑ کو طوس کے مقام پر زہر دیا گیا۔

علما کے ان اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ امامؑ کو زہر سے شہید کیا گیا اور یہ زہر مامون کے حکم سے انگوروں میں امامؑ کو دیا گیا۔ خفیہ طور پر زہر دینے کی وجہ یہ تھی کہ امامؑ لوگوں میں مقبول تھے اور سامنے آ کر شہید کرنے سے شدید ردعمل کا خطرہ اس لیے امامؑ زہر سے شہید کیا گیا۔

امام رضاؑ کو خراسان میں دفن کیا گیا آپ کی شہید کی نسبت سے جو شہر ارد گرد آباد ہوا وہ بھی مشہد کہلاتا ہے۔ آپ کا روضہ مبارک مرجع خلائق ہے دنیا بھر سے لوگ وہاں آتے ہیں اور امام سے متوسل ہو کر اللہ سے مرادیں پاتے ہیں۔ خود امام رضاؑ کی اپنے مدفن کے حوالے سے ایک روایت بہت مشہور ہے۔

فضائل زیارت

امام رضاؑ کی زیارت کے بہت زیادہ فضائل کا ذکر ہوا ہے۔ خود امام سے ایک مشہور فرمان مروی ہے:

روی عن الإمام علی الرضا (ع) عن النبی (ص) أنه قال: «ستدفن بضعة منی بخراسان ما زارها مکروب الا نفس الله کربته ولا مذنب الا غفر الله له»

امام رضاؑ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا میرے جسم کا ایک ٹکڑا عنقریب سرزمین خراسان میں دفن ہوگا جو کوئی اس کی زیارت کرے گا اور پریشان ہوگا اللہ اس کی پریشانی کو دور کردے گا اور گناہگار ہوگا تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف کردے گا۔

علمائے کرام طویل تاریخ میں یہاں زیارت کے قصد سے آتے رہے ہیں اور آپ کے قبہ مبارک کے نیچے کھڑے ہو کر اللہ سے مرادیں پاتے رہے ہیں۔ ہم آپ کی زیارت کے حوالے سے علما کے چند اقوال ذکر کریں گے۔

۱۔ امام ذہبی

مشہور مورخ و محدث امام ذہبی لکھتے ہیں:

ولعلی بن موسی مشهد بطوس یقصدونه بالزیارة

علی بن موسیٰ کا روضہ طوس میں لوگ ان کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔

۲۔ محمد بن خزیمہ

مشہور محدث محمد بن خزیمہ کا یہ ایمان افروز واقعہ ہے کہ آپ اس قدر امام رضاؑ کی زیارت کو پسند کرتے تھے اور اس انداز میں بجالایا کرتے تھے کہ آپ کے ساتھ جانے والے اہل علم بھی حیرت کا اظہار کیا کرتے تھے۔

حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں کہ میں نے محمد بن مومل سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ میں ابوبکر بن خزیمہ (مشہور محدث) اور ابو علی ثقفی اور دیگر مشائخ کے ساتھ علی بن موسیٰ رضاؑ کی زیارت کے لیے گیا۔ یہ لوگ امام رضاؑ کی زیارت کے لیے بہت زیادہ جایا کرتے تھے، محمد بن مومل کہتے ہیں علی بن موسیٰ رضاؑ کی قبر کے پاس ابن خزیمہ کے تواضع اور گریہ وزاری نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔

۳۔ محمد بن حبان

وقبره بسناباذ خارج النوقان مشهور یزار بجنب قبر الرشید قد زرته مرارا کثیرة وما حلت بی شدة فی وقت مقامی بطوس فزرت قبر علی بن موسى الرضا صلوات الله على جده وعليه ودعوت الله إزالتها عنی إلا أستجيب لي وزالت عني تلك الشدة وهذا شيء جربته مرارا فوجدته كذلك.

اور علی ابن موسیٰ الرضا کی قبر سناباد کے علاقے نوقان میں مشہور ہے اور اسکی زیارت بھی کی جاتی ہے۔ میں نے انکی قبر کی کئی مرتبہ زیارت کی ہے اور جب میں طوس میں رہتا تھا تو جب بھی میرے لیے کوئی علمی مسئلہ پیش آتا تھا تو میں فوری امام رضا کی قبر کی زیارت کے لیے جاتا تھا اور وہاں جا کر اس علمی مسئلے کا حل خداوند سے طلب کرتا تھا تو حتمی اور لازمی طور پر میری دعا قبول اور مشکل حل ہو جاتی تھی۔ میں نے کئی مرتبہ اس بات کو تجربہ کیا ہے اور ہر بار میری مشکل حل ہو جاتی تھی۔

۴۔حاکم نیشاپوری

ابو الحسن الامام الشهید... استشهد بسناباد من طوس... و قال الرضا رضی الله عنه: »من زارني على بعد داري اتیته یوم القیمة [في] ثلث مواطن اخلّصه من اهوالها، اذا تطایرت الکتب یمینا و شمالا و عند الصراط و عند المیزان.

علی بن موسی الرضا ابوالحسن شہید امام ہیں کہ جو سناباد طوس میں شہید ہوئے اور امام رضاؑ نے فرمایا ہے کہ جو بھی عالم غربت اور وطن سے دور میری زیارت کرے گا تو میں بھی تین مقام پر اس کے پاس آؤں گا اور اسکو خطرات اور مشکلات سے نجات دوں گا، جب نامہ اعمال کو بعض کے دائیں ہاتھ اور بعض کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، پل صراط سے گزرتے وقت، اعمال کے حساب و کتاب کے وقت۔

علماو محدثین کی ان آراء سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ تمام نقطہ ہائے نظر کے اہل علم امام رضاؑ کی زیارت کے لیے تشریف لاتے تھے وہاں پر عقیدت کا اظہار کرتے اور اللہ سے دعائیں مانگتے تھے اور اللہ ان کی دعائیں قبول کرتا تھا۔ آج فرقہ واریت میں ہم علماو محدثین کی اس عظیم سنت سے الگ ہوگئے اور ان فیوض و برکات سے محروم ہوگئے جو ان علما کی سیرت پر عمل کرنے پر ہمیں حاصل ہوسکتی تھیں۔

حوالہ جات

۱۔الانساب، ج3، ص75 تذکرۃ الخواص، ص315 سیر اعلام النبلاء، ج9، ص387

۲۔نور الابصار، ص232؛ احسن القصص، ج4، ص289

۳۔ینابیع المودۃ، ج3، ص166

۴۔المسعودي، ابوالحسن علي بن الحسین بن علي (متوفی346ھ) مروج الذھب، ج2 ص48

۵۔ابن جوزي، عبدالرحمن بن علي بن محمد، (متوفی597ھ) المنتظم في تاریخ الملوک والامم، ج10، ص119، 120، دارالنشر: دار صادر۔ بیروت۔

۶۔مرآۃ الجنان، ج2، ص10؛ وفیات الاعیان، ج3، ص270

۷۔الفصول المہمۃ، ص ۲۴4

۸۔ینابیع المودۃ، ج3، ص166

۹۔تذکرۃ الخواص، ص315؛ تقریب التھذیب، ج2، ص45

۱۰۔تاریخ الاسلام (حوادث 210201)، ص269؛ سیر اعلام النبلاء، ج9، ص387.

۱۱۔سیر اعلام النبلاء، ج9، ص387، 388؛ تہذیب الکمال، ج13، ص408؛ تاریخ الاسلام (حوادث 210201)، ص270

۱۲۔ کتاب الثقات، ج8، ص456

۱۳۔ تہذیب التہذیب، ج7، ص339

۱۴۔ الہیثمی، ابوالعباس أحمد بن محمد بن علي ابن حجر (متوفی 937)، الصواعق المحرقۃ علی اھل الرفض والضلال والزندقۃ، ج 2 ص 594 و 595، تحقیق: عبدالرحمن بن عبداللہ الترکی کامل محمد الخراط، ناشر: موسسۃ الرسالۃ لبنان۔

۱۵۔ قندوزی، ینابیع المودۃ، ۱۴۲۲ق، ص ۳۶۴

۱۶۔ الہیثمی، ابوالعباس أحمد بن محمد بن علي ابن حجر (متوفی 973)، الصواعق المحرقۃ علی اھل الرفض والضلال والزندقۃ، ج 2 ص 594 و 595، تحقیق: عبدالرحمن بن عبداللہ الترکی کامحمد الخراط، ناشر: موسسۃ الرسالۃ لبنان۔

۱۷۔ حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء (المجلد الثالث الصفحتان 191 و 192 من الطبعۃ الخامسۃ 1407 / 1987م، دار الکتاب العربی بیروت)، تالیف الحافظ۔۔۔ اصفہانی

۱۸۔ کتاب الثقات، ج8، ص457۔

۱۹۔ کتاب المجروحین، ج2، ص107

۲۰۔ تاریخ حلب، ص242۔

۲۱۔ الوافی بالوفیات، ج22، ص251

۲۲۔ مقاتل الطالبیین، ص375

۲۳۔ تہذیب التہذیب، ج7، ص339؛ سیر اعلام النبلاء، ج9، ص393

۲۴۔ الفصول المہمۃ، ص264

۲۵۔ وسیلۃ الخادم الی المخدوم، ص223

۲۶۔ مروج الذھب، ج4، ص4؛ التنبیہ والاشراف، ص303

۲۷۔ فرائد السمطین، ج2، ص190: حدیث 467؛ مودۃ القربی، ص140

۲۸۔ سیر اعلام النبلاء، ج9، ص393

۲۹۔ تہذیب التہذیب، ج7، ص339

۳۰۔ التمیمي البستي، محمد بن حبان بن أحمد ابوحاتم (متوفی 354)، الثقات، ج 8 ص 457، تحقیق: السید شرف الدین احمد، ناشر: دار الفکر

۳۱۔ حاکم نیشاپوری، ابوعبداللہ (متوفی 405)، تاریخ نیشاپور، نشر آگہ، تہران، اول، 1375ش

مسند الامام الرضا علیہ السلام
ایک مختصر تعارف

مفتی امجد عباس



اس کتاب کے مرتب شیخ عزیز اللہ عطاردی ہیں، یہ کتاب دو جلدوں میں، آستانِ قدس رضوی، ایران کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب امام علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے مروی احادیث پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کے تفصیلی تعارف سے پہلے، ہم لفظ "مسند" کی وضاحت کرتے ہیں:

مسند: کبھی حدیث کو جیسے حدیثِ مسند تو کبھی حدیث کی کتاب کو کہا جاتا ہے جیسے **مسند علی بن الجعد یا مسند الامام علی** علیہ السلام

حدیثِ مسند: ایسی حدیث جس کی سند مذکور ہو، اب سند خواہ ایک ہی راوی پر مشتمل ہو یا ایک سے زیادہ راویوں پر، اگر پوری سند بیان کردی جائے تو ایسی حدیث کو مسند حدیث کہا جائے گا۔

شہید ثانی، شیخ زین الدین بن نور الدین، علی بن احمد عاملی، جبعی، معروف بہ شہید ثانیؒ (ش: ۹۶۵ھ) لکھتے ہیں **المسند ما اتصل سنده مرفوعاً من راويه الى منتهاه، الى المعصوم، و اكثر ما يستعمل في ما جاء عن النبي۔** مسند ایسی حدیث ہے جس کی سند، بیان کرنے والے راوی سے معصوم تک، متصل پہنچتی ہو، زیادہ تر (اس اصطلاح کا) استعمال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول (روایات) پر ہوتا ہے۔(۱)

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں کہ حدیثِ مسند کے حوالے سے، محدثین کی ذکر کردہ تعریفوں کا جائزہ لیا جائے تو تین پہلو سامنے آتے ہیں۔

ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ مسند وہ ہے جس کی سند حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک متصل ہو۔ لہذا مسند، مرفوع متصل کا نام ہے، یہی حاکم کی رائے ہے۔ اس کو خطیب نے اکثریت کی رائے قرار دیا ہے اور اس رائے کے بارے میں علامہ ابن عبد البر نے کچھ لوگوں کا قول نقل

کیا ہے۔

دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ مسند وہ ہے جس کی سند متصل ہو؛ لیکن مروی عنہ کے لیے ضروری نہیں کہ وہ رسول اللہؐ کی ذات ہو۔ صحابی وتابعی تک متصل سند والی روایت کو مسند کہا جائے گا اور اس میں حدیث معنعن بھی شامل ہے۔

تیسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ مسند وہ ہے جس کی سند حضور اکرمؐ تک پہنچے؛ لیکن اس کے لیے اتصال شرط نہیں ہے۔ اس کے مطابق متصل مسند اور منقطع مسند ہو گی۔ ۲

کتاب مسند: جب کسی کتاب کو "مسند" کا نام دیا جائے تو اس حوالے سے بھی مختلف اصطلاحات ہیں، جنھیں اختصار سے بیان کرنا مفید ہوگا:

پہلی اصطلاح: ایسی کتاب جس میں کسی ایک صحابی کی روایات ہوں یا صحابہ کرام کی روایات اس طرح ترتیب دی گئی ہوں کہ ہر صحابی کی روایات کو الگ باب میں لایا گیا ہو، جیسے مسند احمد بن حنبل۔

دوسری اصطلاح: ایسی کتاب جس میں کسی ایک معصوم کی روایات کو جمع کر دیا گیا ہو، مسند کہلاتی ہے، جیسے مسند الامام علیؑ۔

تیسری اصطلاح: ایسی کتاب جس میں کسی ایک راوی کی روایات جمع کر دی گئی ہوں، خواہ وہ راوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہو یا ائمہ اہلِ بیتؑ میں سے کسی کا۔ جیسے مسند زرارہ، مسند شاہ عبدالعظیم حسنی۔

مسند الامام الرضا علیہ السلام میں بھی مؤلف شیخ عزیز اللہ عطاردی نے امام رضا علیہ السلام سے مروی، بہت سی روایات جمع کر دی ہیں، اسی مناسبت سے اس کتاب کا نام "مسند الامام الرضا علیہ السلام" رکھا گیا ہے۔

یہ کتاب ایک مقدمے، گیارہ ابواب اور بتیس کتب پر مشتمل ہے۔ مقدمے میں مؤلف نے اہلِ بیتؑ کی پیروی کے وجوب، علمِ حدیث کی فضیلت اور اپنی کتاب کا تعارف پیش کیا ہے۔ اس کے بعد گیارہ ابواب میں امام علی رضاؑ کی ولادت، امامت، سیرت، اخلاق، آپؑ کے سفر، مامون عباسی کے ساتھ تعلق، شہادت اور آپؑ کی اولاد کا تذکرہ کیا ہے۔

اب ہم اس کتاب کی ذیلی کتب کے نام گنواتے ہیں:

کتاب العقل والعلم، یہ دو ابواب پر مشتمل ہے، اس میں ۱۱۹ احادیث موجود ہیں۔

کتاب التوحید، یہ گیارہ ابواب پر مشتمل ہے، اس میں ۲۷۲ احادیث مذکور ہیں۔

کتاب النبوۃ، یہ کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے، اس میں ۱۶۶ احادیث ہیں۔ اس کتاب میں حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت یوسف، حضرت موسیٰ، حضرت یوشع وحضرت دانیال، حضرت خضر، حضرت سلیمان، حضرت عیسیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق احادیث کو الگ، الگ ابواب میں ترتیب دیا گیا ہے۔

کتاب الامامۃ ومناقب الائمۃ، یہ کتاب ۱۶ ابواب پر مشتمل ہے، اس میں ۱۳۹۲ احادیث لائی گئی ہیں۔

کتاب الایمان والکفر، یہ کتاب گیارہ ابواب پر مشتمل ہے، اس میں ۱۴۵ احادیث جمع کی گئی ہیں۔

کتاب الآداب والمواعظ، یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے، اس میں ۱۶۱ احادیث موجود ہیں۔

کتاب تفسیر القرآن، یہ کتاب ۶۰ ابواب پر مشتمل ہے، اس میں مجموعی طور پر ۲۰۹ روایات موجود ہیں۔ اس کتاب میں بسم اللہ، سورہ فاتحہ، سورہ بقرہ، سورہ آل عمران، سورہ نساء، سورہ مائدہ، سورہ انعام، سورہ اعراف، سورہ انفال، سوہ توبہ، سورہ یونس، سورہ ہود، سورہ یوسف، سورہ رعد، سورہ حجر، سورہ نحل، سورہ بنی اسرائیل، سورہ کہف، سورہ مریم، سورہ حج، سورہ مؤمنون، سورہ نور، سورہ فرقان، سورہ نمل، سورہ عنکبوت، سورہ روم، سورہ احزاب، سورہ فاطر، سورہ یاسین، سورہ صافات، سورہ ص، سورہ زمر، سورہ شوریٰ، سورہ زخرف، سورہ جاثیہ، سورہ احقاف، سورہ ذاریات، سورہ ق وسورہ طور، سورہ رحمان، سورہ واقعہ، سورہ حشر، سورہ جمعہ، سورہ طلاق، سورہ ملک، سورہ قلم، سورہ حاقہ، سورہ جن، سورہ قیامت، سورہ انسان، سورہ نبا، سورہ عبس، سورہ مطففین، سورہ غاشیہ، سورہ فجر، سورہ بلد، سورہ لیل، سورہ تین اور سورہ بینہ سے متعلق روایات مذکور ہیں۔

کتاب الدعا، اس کتاب میں بتیس ابواب اور ۱۰۲ احادیث موجود ہیں۔

کتاب الاحتجاجات، اس میں تین ابواب ہیں، جبکہ احادیث کی تعداد ۱۶ ہے۔ اس کتاب میں مختلف ادیان ومذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ، امام عالی مقامؑ کے بحث ومباحثے سے متعلق روایات کو لایا گیا ہے۔

کتاب الطھارۃ، اس میں پانچ باب اور ۷۵ احادیث ہیں۔

کتاب الصلاۃ، یہ ۱۷ ابواب اور ۱۳۰ احادیث پر مشتمل ہے۔

کتاب الصوم، اس میں ۱۰ باب اور ۱۵۸ احادیث ہیں۔

کتاب الزکاۃ، یہ سات ابواب اور ۱۳۴ احادیث پر مشتمل ہے۔

کتاب الحج میں ۱۷ باب ہیں، جن میں مجموعی طور پر ۱۸۰ احادیث ہیں۔

کتاب الزیارۃ، اس میں ۷ ابواب ہیں، جن میں ۱۴۹ احادیث ہیں۔

کتاب النکاح، ۱۴ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں ۱۱۸ روایات ہیں۔

کتاب الطلاق ۸، ابواب پر مشتمل اس کتاب میں ۴۴ روایات لائی گئی ہیں۔

کتاب المعیشۃ، ۱۵ ابواب پر مشتمل اس کتاب میں مجموعی طور پر ۵۹ روایات موجود ہیں۔

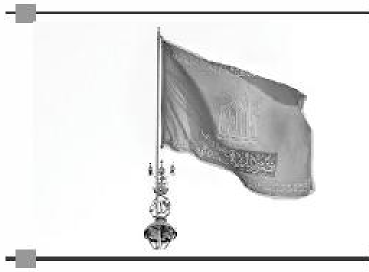
کتاب الصید والذبائح، یہ کتاب ۶ ابواب پر مشتمل ہے، اس میں ۲۰ احادیث ہیں۔

کتاب الاطعمۃ، یہ کتاب ۳۴ ابواب پر مشتمل ہے، اس میں کل ۱۳۱ روایات ہیں۔

کتاب الاشربۃ، اس کے ۶ باب ہیں، جن میں ۴۵ روایات ہیں۔

کتاب التجمل میں ۱۲ ابواب میں ۸۲ روایات ہیں۔

کتاب الجہاد والمرابطۃ میں ۱۳ ابواب میں ۱۱۲ احادیث ہیں۔



کتاب الحدود میں پانچ ابواب اور ۱۱۴ احادیث ہیں۔

کتاب الدیات میں بھی ۵ ابواب اور ۱۱ روایات ہیں۔

کتاب القضاء والشھادات میں تین ابواب ہیں، جن میں ۱۴ روایات ہیں۔

کتاب الوصایا، یہ کتاب ۸ ابواب اور ۱۷ روایات پر مشتمل ہے۔

کتاب الجنائز میں ۵ باب اور ۲۶ روایات ہیں۔

کتاب المواریث ۷ ابواب پر مشتمل ہے، اس میں ۱۳ روایات ہیں۔

کتاب الرجال والتاریخ میں ۹۷ روایات ہیں۔ یوں اس مسند میں مجموعی طور پر امام علی رضا سے مروی ۲۴۳۰ روایات نقل کی گئی ہیں۔

اس مسند میں موجود روایات کے حوالے سے، مرتب نے، کتاب کے شروع میں ہی وضاحت کردی ہے کہ دیگر کتب حدیث کی طرح یہ کتاب بھی صحیح، حسن، موثق، ضعیف اور متروک روایات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں زیادہ تر روایات مرسلہ ہیں۔

دو جلدوں پر مشتمل اس کتاب کے مجموعی صفحات تقریباً ۹۷۵ ہیں۔ دوسری جلد کے اختتام پر مؤلف نے اس کتاب کے ۸۴ مصادر ذکر کیے ہیں۔

(سطور بالا تحریر کرتے وقت جہاں، میرے پیش نگاہ، اس مسند کی دونوں جلدیں رہیں، وہیں، محقق رضا استادی کے مضمون ''معرفی تفصیلی کتاب مسندالامام الرضا علیہ السلام'' سے بھی قدرے استفادہ کیا ہے۔)

حوالہ جات

۱۔ شرح البدایۃ فی علم الدرایۃ، صفحہ ۳۱، قم، منشورات ضیاء الفیروز آبادی، طا، ۱۳۹۰ھ

۲۔ اصول الحدیث، مصطلحات وعلوم، جلد ۱، صفحہ ۴۳۲، ۴۳۳، لاہور، الفیصل ناشران، ۲۰۱۴ء

الاعیان من آل رضا علیہ السلام

آل رضا علیہ السلام کی عظیم شخصیات

سید اسد عباس

تعارف: امام رضا علیہ السلام کی نسل پاک دنیا کے گوش و کنار میں آباد ہے، امام رضا علیہ السلام کی شخصیت اور اس کی دنیا کے لیے فیوض و برکات تو اپنی جگہ ان کی نسل پاک کے افراد کی انسانیت اور عالم اسلام کے لیے خدمات بھی کسی معجزہ سے کم نہیں ہیں۔ اس نسل کے افراد کا معاشرہ کے لیے فیض رساں ہونا سورۃ کوثر میں کیے گئے دعوی پروردگار کی حقانیت پر ایک دلیل ہے۔ ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا کیا۔ نسل کوثر میں سے امام رضا علیہ السلام کے اعقاب میں نمایاں شخصیات میں سے چند کا تعارف درج ذیل مقالہ میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ تحریر اگرچہ اس موضوع کا مکمل احاطہ کرنے سے قاصر ہے تاہم اہل علم اور محققین کے لیے تحقیق کے ایک نئے دریچے کی جانب نشاندہی ضرور کرتی ہے۔

ثامن الآئمہ امام علی رضا علیہ اسلام امام موسی الکاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین ابن علی بن ابی طالب کے فرزند ہیں۔ آپ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور مرو جو آج کل آپ کی نسبت سے مشھد کہلاتا ہے میں مدفون ہیں۔ امام علی رضا علیہ السلام کی اولاد دنیا کے گوش و کنار میں پھیلی ہوئی ہے۔ سادات عموما اپنے آپ کو پہلے معصوم جد سے منسوب کرتے ہیں جیسے حسنی، حسینی، باقری، جعفری، کاظمی اور نقوی تاہم امام علی رضا علیہ السلام کے علو مرتبت کے سبب نقوی سادات نے بھی اپنے آپ کو رضوی ہی کہلوایا۔ نقوی البھاکری الرضوی شاخ اسی نسبت کی ایک مثال ہے۔ یہ نسل امام علی نقی بن محمد تقی بن امام علی رضا علیہ السلام کے فرزند سے چلی تاہم اپنے آپ کو نقوی الرضوی لکھواتے ہیں اسی طرح امام محمد تقی علیہ السلام سے چلنے والی نسل کے افراد بھی اپنے آپ کو جوادی، برقعی اور تقوی کے علاوہ رضوی کی نسبت سے شناخت کرواتے ہیں۔ انساب کی قدیم کتب کے مطابق امام علی رضا علیہ السلام کی امام محمد تقی علیہ السلام کے علاوہ کسی بھی فرزند سے نسل باقی نہیں ہے۔ لہذا دنیا میں موجود رضوی درحقیقت تقوی ہی ہیں۔

امام علی رضا علیہ السلام کی نسل جو امام محمد تقی علیہ السلام کے فرزند موسی مبرقع سے چلی پر قدیم ترین کتاب تاریخ قم چوتھی صدی ہجری میں تحریر کی گئی۔ یہ کتاب قم کے ہی ایک مورخ حسن بن محمد بن حسن قمی جن کا تعلق اشعری قبیلہ سے تھا نے لکھی۔ اسی نسب پر تحریر کی گئی ایک اور اہم کتاب علامہ محدث نوری کی ہے جو البدر المشعشع در احوال ذریہ موسی مبرقع کے عنوان سے شائع ہوئی۔ برصغیر کے رضوی مجتہد علامہ ابو القاسم بن حسین نے امام علی رضا علیہ کے نسب پر ایک کتاب رسالۃ السادۃ فی سیادۃ السادۃ تحریر کی جو قم سے

شائع ہوئی ہے۔ مشہد مقدس کے ایک عالم مرزا محمد باقر کی کتاب شجرہ طیبہ در انساب سلسلہ سادات علویہ رضویہ بھی اس نسب کے حوالے سے تحریر کی گئی ایک اہم کتاب ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں کراروی سادات، سادات سامانہ انڈیا، کرمانی سادات اور کچھ دیگر نسلوں کے قلمی شجرے بھی اسی نسب کی شخصیات پر مشتمل ہیں۔

کسی بھی امام کی نسل کے افراد کا مکمل احاطہ ایک دقیق کام ہے، ہم ذیل میں امام رضا علیہ السلام کی نسل سے چند معروف شخصیات کا تذکرہ کر کے نسل کوثر کی ثناء خوانی کا فریضہ انجام دینے کی کوشش کریں گے۔ یہاں ایک نکتہ قابل ذکر ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی نسل پاک سے وہ خاندان جو برصغیر پاک و ہند میں آباد ہیں زیادہ تر معروف النسب ہیں، جس پر وقت اور تحقیق درکار ہے۔

چوتھی صدی ہجری کے نسابہ شیخ ابی نصر سہل بن عبداللہ بخاری اپنی کتاب سر سلسۃ العلویہ میں لکھتے ہیں:

ولم یولد لہ ذکرا و لا انثی الا ابنہ محمد بن علی علیہ السلام ولہ عقب۔ (۱)

ان سے محمد بن علی کے علاوہ کوئی نرینہ و غیر نرینہ اولاد نہ ہوئی ان (محمد بن علی) کی اولاد ہے۔

شیخ مفید نے بھی اسی قول کو قبول کیا ہے جبکہ دیگر کتب سیر میں امام علیہ السلام کے امام محمد تقی علیہ السلام کے علاوہ حسن، حسین، جعفر، ابراہیم نام کے فرزندوں کا بھی تذکرہ ملتا ہے۔ (۲)

الاعیان من آل رضا علیہ السلام

امام رضا علیہ السلام اپنے اجداد کی مانند خود بھی صاحب فضل و کرم تھے اور ان کی اولاد میں بھی فضیلت و کرامت کا سلسلہ تاحال جاری و ساری ہے۔ امام رضا علیہ السلام کی نسل سے پیدا ہونے والے ائمہ میں امام محمد تقی الجواد، امام علی نقی الہادی، امام حسن عسکری اور حجت دوران صاحب عصر و زمان شامل ہیں۔ آپ کی اولاد میں ان آئمہ کے علاوہ بہت سے راویان حدیث، فقہا، علماء، اطباء، حکماء، شعراء، عرفاء اور صاحب علم و فن پیدا ہوئے۔ ان میں سے چند ایک شخصیات کا تذکرہ ذیل میں تبرکا کیا جا رہا ہے۔

امام محمد تقی علیہ السلام

آپ قبل ازیں ذکر کردہ روایت کے مطابق امام رضا علیہ السلام کے تنہا فرزند تھے اور امام رضا علیہ السلام کا سلسلہ نسب امام محمد تقی علیہ السلام سے ہی چلا۔ امام محمد تقی علیہ السلام امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد منصب امامت پر فائض ہوئے۔ دین اسلام کی ترویج، نشر و اشاعت اور دفاع کے لیے آپ کی خدمات قابل قدر ہیں۔

امام محمد تقی نے (ع) اپنے والد بزرگوار کی طرح سیاسی مشکلات کے باوجود سیاسی، فکری اور ثقافتی محاذ پر کام کیا۔ آپ نے زیدیہ، واقفیہ، غالیوں اور مجسمہ جیسے فرقوں کے شبہات و اعتراضات کے جوابات دیئے اور اس کے مقابل حقیقی اسلامی تعلیمات کو آشکار کیا۔ غالی جنھوں نے حضرت علي (ع) کے مقام کو الوہیت و ربوبیت تک بڑھا لیا تھا کے خلاف امام محمد تقی علیہ السلام نے سخت موقف اختیار کیا حتی کہ ایک جگہ فرمایا: "ابو المہري اور ابن ابي الزرقاء کو جس طرح بھی ہو سکے قتل کیا جائے"۔

امام (ع) نے مجسمہ فرقہ کو جو مندرجہ ذیل آیات "يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ" اور "الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى"۔ سے غلط مطلب نکالتے ہوئے خداوند عالم کے جسم کے قائل تھے، ان کے بارے میں آپ (ع) نے فرمایا: "جو لوگ خدا کے جسم کے قائل

ہیں مکتب اہل بیت کے پیروکاروں کو ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے اور انھیں زکوۃ بھی نہیں دینی چاہئے"۔

معتزلہ جو ایک کلامی فرقہ ہے یہ عباسیوں کے حکومت پر پہنچنے کے بعد میدان میں آیا اور عباسیوں کی خلافت کے سو سال کے اندر اپنے عروج تک پہنچ گیا، یہ بھی امام محمد تقی (ع) کے زمانے کے فکری و عقیدتی حوادث میں سے ایک ہے۔ اس زمانے میں امام محمد تقی (ع) کا اعتقادی حوادث کے مقابلہ میں طرز عمل اپنے والد بزرگوار کی طرح بڑی اہمیت کا حامل ہے، یہاں تک کہ یحیٰی بن اکثم جو اپنے زمانے کا بہت بڑا فقیہ شمار ہوتا تھا، اس سے امام محمد تقی (ع) کے مناظرے کو خالص اسلامی افکار و اصول سے معتزلیوں کی محاذ آرائی قرار دیا جاسکتا ہے جس میں کامیابی ہمیشہ امام محمد تقی (ع) کے ساتھ رہی ہے۔

امام محمد تقی (ع) نے عوام الناس کی راہنمائی کے لیے مختلف علاقوں میں اپنے نمائندوں کو معین کیا، یہاں تک کہ امام کے اہواز، ہمدان، رے، سیستان، بغداد، واسط، سبط، بصرہ، کوفہ و قم وغیرہ میں فعال و سرگرم وکیل موجود تھے۔

امام محمد تقی (ع) نے بنی عباس کی حکومت میں نفوذ اور مختلف علاقوں میں عوام کی دادرسی و کے لئے "احمد ابن حمزہ قمی" جیسے افراد کو حکومتی ذمہ داری سنبھالنے کی اجازت دی تھی، یہاں تک کہ "نوح ابن دراج" جو امام (ع) دوستوں میں سے تھے یہ کچھ زمانے تک بغداد کے قاضی رہے اس کے بعد کوفہ کے قاضی بنے، بعض بزرگ اور مورد اعتماد محبان اہل بیت جیسے محمد ابن اسماعیل ابن بزیع نیشابوری؟ خلفائے بنوعباس کے وزیروں میں شمار ہوتے تھے، یہ لوگ امام محمد تقی (ع) سے رابطہ رکھتے تھے۔(۳) امام علیہ السلام کی زندگی کے تفصیلی احوال کے مطالعہ کے لیے کتب تاریخ سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

امام علی نقی علیہ السلام

امام علی نقی علیہ السلام امام محمد تقی علیہ السلام کے بعد منصب امامت پر فائز ہوئے آپ نے سیاسی مشکلات اور حکومتی جبر کے باوجود اپنے والد اور اجداد کے سلسلہ رشد و ہدایت کو جاری و ساری رکھا۔ آپ نے نیابت اور وکالت کے سلسلے کو مزید مضبوط کیا یہی وہ دور تھا جب غیبت امام زمانہ کے لیے معاشرے کو آمادہ کیا جارہا تھا۔ امام علی نقی علیہ السلام آٹھ برس کی عمر میں منصب امامت پر فائز ہوئے اور آپ کا دور قیادت ۳۳ برسوں پر محیط ہے۔ آپ نے سخت حکومتی شکنجے کے اس طویل دور میں علمی مناظروں، مباحثوں، ارشادات، خطوط، نمائندوں اور وکلاء کے ذریعے دعوت و ارشاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ زیارت امیر المومنین، زیارت جامعہ کی تعلیم کے ذریعے آپ نے مذہب حقہ کی تعلیمات کو زندہ رکھنے کے لیے اقدام کیا۔ اپنے اجداد کی مانند آپ بھی صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی حیات طیبہ، علمی کارناموں، سیاسی حکمت عملیوں کے حوالے سے الگ سے کتابیں موجود ہیں۔

امام حسن عسکری علیہ السلام

آپ امام محمد تقی علیہ السلام کے فرزند ہیں جنھوں نے بابا کی شھادت کے بعد منصب رشد و ہدایت سنبھالا چونکہ امام علی نقی علیہ السلام کو سامرہ کے محلہ عسکر میں محصور رکھا گیا تھا تا کہ آپ کی نقل و حرکت پر نظر رکھی جاسکے اسی لیے امام حسن بن علی عسکری کے نسبت سے معروف ہوئے۔ ان دونوں اماموں کو امامین عسکریین کے عنوان سے بھی جانا جاتا ہے۔ آج بھی ان دونوں آئمہ کا مزار سامرہ عراق میں مرجع خلائق ہے۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے والد اور اجداد کے منصب رشد و ہدایت کو سنبھالا۔ تدوین حدیث کے لئے بے شمار

سواد امام حسن عسکری (ع) کے عہد میں تیار ہوا۔ محدثین اور مفسرین نے کثرت سے آپ سے نقل کیا ہے ان میں ابو ہاشم داؤد، محمد بن حسن، ابراہیم ابن ابی حفص وغیرہ شامل ہیں۔ دور عسکرین کے فقہا میں حسن بن محبوب، احمد بن نصر بزنطینی، حسین بن سعید اہوازی اور فضل بن شاذان کے نام قابل ذکر ہیں۔ امام حسن عسکری کی علمی فیوض کے ذیل میں درود طوسی کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ بعض عرفا خواجہ نصیر الدین طوسی کی نسبت سے اس کو درود طوسی کہتے ہیں۔ بروایت شیخ صدوق اس درود کی اصل دعائے توسل ہے اور ائمہ معصومین سے منسوب ہے۔ ہر امام کے لئے مختلف اور مخصوص الفاظ اور القاب کا ذکر معصوم ہی کا حق ہے کہ کون سا معصوم کس لقب کا حقدار ہے۔ (۴)

ائمہ عسکرین کے اصحاب اور شاگرد

ائمہ عسکرین کا زیادہ وقت دور افتادہ شہر سامرہ کے قید خانوں میں حکومتی کارندوں کی کڑی نگرانی میں گزرا، اس کٹھن والے ماحول اور محدودیت کے باوجود یہ ائمہ قد آور شخصیت اور بافضیلت لوگوں کی تربیت میں کامیاب رہے، شیخ طوسی نے ان لوگوں کی تعداد جو امام علی النقی (ع) سے روایت کرتے تھے ۱۸۵ بتائی ہے۔ چند نمایاں افراد کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ حسین بن سعید الاہوازی، ۳۰ کتابوں کے مصنف

۲۔ حسن بن سعید ۵۰ کتابوں کے مصنف

۳۔ ابو ہاشم جعفر، امام رضا (ع) سے امام زمانہ تک کی خدمت میں رہے۔

۴۔ عبد العظیم بن عبداللہ بن علی، اکابر محدثین اور علما میں شمار ہوتے ہیں۔

۵۔ ابن السکیت بن یعقوب بن اسحٰق، امام جواد اور امام ہادی کے مخصوص اصحاب میں تھے۔

امام حسن عسکری (ع) کے چند اصحاب:

۱۔ ابو علی احمد بن اسحٰق بن عبداللہ الاشعری، موثق اور معتبر امام کے سفیر اور وکیل۔

۲۔ احمد بن محمد بن مطہر، اتنے معتبر کہ امام نے اپنی والدہ کے حج میں ان کو سفر کا نگراں رکھا۔

۳۔ ابو سہل۔ بغداد کے بزرگ ترین علمائے علم کلام میں سے تھے۔ الانوار فی تاریخ الائمہ والاطہار، کے مصنف کی حیثیت سے خاصی شہرت رکھتے تھے۔ (۵)

امام مہدی علیہ السلام

آخری حجت خدا جن کی آمد کی نوید رسالت مآبؐ نے بھی بیان فرمائی یعنی مہدی دوراں کا تعلق بھی آل رضا علیہ السلام سے ہی ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے:

م ح م د بن حسن بن علی بن محمد بن علی رضا علیہ السلام بن موسی بن جعفر بن باقر بن علی بن حسین شہید کربلا بن علی بن ابی طالب علیہم السلام

اللهم عجل فرجه الشريف

آپ ہی اس دنیا کو ایسے عدل سے پر کردیں گے جیسے یہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی۔ آپ ہی کی اقتداء میں حضرت عیسی علیہ

السلام نماز ادا کریں گے۔ آپ ہی اللہ کا وہ وعدہ ہیں جس کے بارے قرآن فرماتا ہے: بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین۔۔۔(۶)

یہی وہ وعدہ الٰہی ہیں جس کے بارے میں رب کائنات نے فرمایا:

ہم چاہتے ہیں کہ مستضعفین پر عنایت کریں اور انھیں امام اور وارث قرار دیں۔(۷)

مہدی دوراں نسل امام رضا علیہ السلام کا وہ فرد ہیں جن کا وعدہ گزشتہ اقوام سے کیا گیا ہے۔ بدھوں کا میتریا، آتش پرستوں کا سوشیانت، ہندؤں کا کالکی اوتار، بائبل والوں کا مسیحا، شمالی امریکہ کے باسیوں کا سچا انسان اور مسلمانوں کا مہدی ایک ہی شخصیت ہے جس کا تعلق امام رضا علیہ السلام کے اعقاب سے ہے۔

موسیٰ مبرقع بن امام محمد تقی علیہ السلام

آپ امام رضا علیہ السلام کے پوتے ہیں تقوی سادات کا نسب آپ کے واسطے سے امام محمد تقی علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے۔ آپ کوفہ سے قم تشریف لائے تاریخ قم میں آپ کی قم آمد کا احوال تفصیل سے درج ہے۔ موسیٰ مبرقع صاحب علم وفضل اور کرامت تھے۔ آپ ہی کی نسبت سے امام محمد تقی علیہ السلام کی اولاد برقعی کہلاتی ہے۔ موسیٰ مبرقع کا شمار اہل حدیث ودرایہ میں ہوتا ہے اور آپ راویان حدیث میں سے ہیں۔ شیخ طوسی نے اپنی کتاب تہذیب (۸) میں، شیخ مفید نے اپنی کتاب الاختصاص (۹) میں اور اسی طرح سے ابن شعبہ حرانی نے اپنی مشہور کتاب تحف العقول میں (۱۰) آپ سے حدیث نقل کی ہے۔ اپنے زمانے کے معروف فقیہ یحییٰ بن اکثم نے بھی آپ کو خط لکھا ہے اور آپ سے بعض مسائل کے سلسلہ میں رائے لی ہے۔(۱۱) آپ کا مزار قم میں ہے۔

سید محمد بن امام علی نقی علیہ السلام

آپ امام محمد تقی علیہ السلام کے پوتے اور امام علی رضا علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں ابوجعفر سید محمد بیحد بلند اخلاق اور ادب کے حامل تھے۔ اور یہ خوبیاں انہیں دوسروں سے ممتاز کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ مکتب اہل بیت کے پیروکاروں کا یہ ماننا تھا کہ منصب امامت امام علی نقی علیہ السلام کے بعد ان تک پہنچے گا۔

الکلانی ان کی شخصیت کے بارے میں اس طرح سے کہتے ہیں:

میں ابوجعفر سید محمد کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت وہ عوائل شباب کی منزل میں تھے۔ میں ان سے زیادہ باوقار، بزرگوار، جلیل القدر اور پاکیزہ نفس کسی کو نہیں پایا۔

سید محمد نے سن ۲۵۲ ہجری قمری میں خانہ خدا کی زیارت کے لئے سفر کا ارادہ کیا۔ جس وقت آپ بلد نامی قریہ کے پاس پہنچے آپ کی طبیعت خراب ہوگئی اور ۲۹ جمادی الثانیہ میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کی وفات کے بعد امام علی نقی (ع) نے آپ کے لئے مجلس ختم منعقد کی اور بعض بنی ہاشم جن میں حسن بن حسن افسط بھی شامل ہیں، نے نقل کیا ہے:

سید محمد کی وفات کے روز جب ہم امام علی نقی (ع (کے بیت الشرف میں گئے تو دیکھا کہ صحن خانہ میں فرش بچھا ہوا ہے اور حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہیں، ہم نے جمعیت کا اندازہ لگایا تو غلاموں اور دوسرے افراد کے علاوہ ۱۵۰ لوگ آل ابی طالب، بنی ہاشم اور

قریش سے موجود اور شریک تھے کہ اچانک امام حسن عسکری (ع) جن کا گریبان اپنے بھائی کی موت کی وجہ سے چاک تھا، وہاں وارد ہوئے اور اپنے والد ماجد کے پاس کھڑے ہو گئے، ہم حضرت کو نہیں پہچانتے تھے۔ کچھ دیر کے بعد امام علی نقی (ع) نے ان کی طرف رخ کر کے فرمایا: "یا بنی احدث للہ شکرا فقد احدث فیک امرا۔"

ترجمہ: (اے بیٹا اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے یہ امر تمہارے سپرد کیا) امام حسن عسکری (ع) نے گریہ کیا اور فرمایا: "الحمد للہ رب العالمین، ایاہ نشکر نعمہ علینا و انا للہ و انا الیہ راجعون۔"

ترجمہ: (تمام حمد عالمین کے پروردگار کے لئے ہے، جو نعمتیں اس نے ہمیں عطا فرمائی ہیں، ہم اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور ہم سب اللہ کے لئے ہیں اور بیشک اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔) میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ جواب ملا وہ امام علی نقی (ع) کے بیٹے حسن عسکری ہیں۔ اس وقت ان کا سن ۲۰ سال کے قریب معلوم ہو رہا تھا تو ہم نے سمجھ لیا کہ اپنے والد امام علی نقی (ع) کے بعد وہ ہمارے امام ہوں گے۔ (۱۲)

سید محمد صاحب کرامت امام زادے ہیں۔ میرزا حسین نوری نے اپنی کتاب النجم الثاقب میں تحریر کیا ہے:

سید محمد، صاحب کرامات متواتر ہیں۔ حتیٰ وہ اہل سنت کے یہاں بھی شہرت رکھتے ہیں۔ عراق کے لوگ حتیٰ بادیہ نشین ان کے نام کی قسم کھانے سے ڈرتے ہیں۔ اگر ان پر مال کی چوری کا الزام لگایا جائے تو وہ مال تو واپس کر دیتے ہیں لیکن سید محمد کی قسم نہیں کھاتے۔

بعض علمائ نے سید محمد کی کرامات کے سلسلہ میں کتابیں تالیف کی ہیں؛ منجملہ ان میں سے ایک فارسی کتاب رسالہ ای در کرامات سید محمد بن علی الہادی کے عنوان سے ہے، جس کے مولف مہدی آل عبد الغفار کشمیری ہیں۔ علامہ سید میرزا ہادی خراسانی، سید حسن آل خوجہ سے جو امامین عسکریین کے روضہ کے خادم تھے، نقل کرتے ہیں:

وہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز ابو جعفر سید محمد کے روضہ مبارک کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا کہ متوجہ ہوا کہ ایک عرب شخص جس نے اپنا ایک ہاتھ اپنی گردن کے پیچھے کی طرف کیا ہوا تھا، روضہ میں وارد ہوا تو میں اس کے نزدیک گیا اور اس سے اس کی بیماری کی علت کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں گزشتہ سال ایک روز اپنی بہن کے گھر گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے صحن میں ایک گوسفند بندھا ہوا ہے، میں نے چاہا کہ اسے ذبح کر کے کھایا جائے میری بہن ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی اور کہا کہ یہ گوسفند سید محمد کی نذر ہے۔ میں اس کی باتوں پر توجہ نہیں دی اور اسے ذبح کر ڈالا۔ تین دن کے بعد سے میرے ہاتھ میں فالج کے آثار نمایاں ہونے لگے اور دن بہ دن وہ بڑھنے لگا میں اس کی علت کی طرف متوجہ نہیں تھا یہاں تک کہ ادھر میں اس کی طرف متوجہ ہوا اور میں پشیمان ہوں اور شفا کے لئے یہاں سید محمد کے روضہ پر آیا ہوں۔ اس کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ روضہ میں داخل ہوا اور گریہ وزاری کرنے لگا تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں حرکت پیدا ہو گئی ہے۔ اس نے سجدہ شکر ادا کیا اور اس کے نذر مانی کہ ہر سال ایک گوسفند لا کر سید محمد کی طرف سے اسے ذبح کرے گا۔ (۱۳)

جعفر بن امام علی نقی علیہ السلام

آپ جعفر کذاب اور بعد میں جعفر تواب نیز جعفر زکی کے عنوان سے معروف ہوئے۔ نقوی، بخاری سادات کے شجرے آپ

کے واسطے سے امام علی نقی علیہ السلام بن امام محمد تقی علیہ السلام بن امام علی رضا علیہ السلام الی الاخر تک پہنچتے ہیں۔

سید محمد علی الاعرج

آپ سید احمد بن موسی مبرقع بن امام محمد تقی علیہ السلام بن امام رضا علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ ابو علی سید محمد الاعرج دوسرے شخص ہیں جو اپنے دادا کے بعد قم تشریف لائے آپ کے والد عراق میں مدفون ہیں۔ ابو علی الاعرج صاحب عز و شرف تھے۔ آپ تاریخ قم کے مولف کے زمانے میں قم مقیم تھے۔ (۱۴)

ابی عبداللہ احمد نقیب قم

ویسے تو اس نسل پاک کا ہر بچہ صاحب فضل و کرامت و سیادت ہے تاہم بعض افراد کے نام تاریخ نے خصوصی طور پر تذکرہ کیے ہیں جن میں ایک نام احمد نقیب قم کا بھی ہے جن کا امام رضا علیہ السلام تک سلسلہ کچھ یوں ہے۔

احمد بن محمد بن احمد بن موسی بن محمد بن علی رضا علیہ السلام

احمد نقیب قم، شہر قم میں سادات کے نقیب تھے اور حکومت کی جانب سے اموال کو سادات میں تقسیم کرنے کے ذمہ دار تھے۔ آپ صاحب شرف و کرامت تھے آپ کے انتقال پر قم میں سوگ منایا گیا۔ آپ اپنے والد اور پڑدادا کے ہمراہ قم میں دفن ہیں۔ (۱۵)

ابو الفتح عبیداللہ ذوالمناقب

آپ موسی بن احمد بن محمد بن احمد بن موسی بن امام محمد تقی بن امام علی رضا علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ فقہا میں سے تھے کتاب حلال و حرام، کتاب الادیان والملل کے علاوہ انساب پر ایک کتاب انساب آل رسول واولاد بتول تحریر کی (۱۶)

اس نسل کے بہت سے بزرگوں کے اسماء تاریخ و انساب کی کتب میں درج ہوئے ہیں طوالت کے مدنظر ان اسماء سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم برصغیر میں آباد آل رضا علیہ السلام کے خانوادوں اور شخصیات کا تذکرہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں نسل امام رضا علیہ السلام سے اہم شخصیات اور خانوادے

جیسا کہ قبل ازیں بھی ذکر کیا گیا کہ برصغیر پاک و ہند میں آباد نقوی، تقوی، رضوی، کرمانی، ترمذی بھاکری، بخاری سادات کا سلسلہ نسب امام رضا علیہ السلام تک جاتا ہے لہذا اس خطے میں آل رضا علیہ السلام سے بہت سی شخصیات تشریف لائیں اور انھوں نے تاریخ میں انمٹ نقوش چھوڑے۔

رضوی

ہندوستان کے شہر سامانہ کے رضوی سادات جو میر امان اللہ کی نسل سے ہیں اپنا سلسلہ نسب امام رضا علیہ السلام تک لے کر جاتے ہیں۔ ان کا تذکرہ عمدۃ الطالب لکھنو ایڈیشن جو میرزا محمد علی کی تحریر ہے کے حاشیہ میں موجود ہے۔ اس خانوادے کی بہت سی شخصیات ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائیں اور مختلف شعبہ ہائے حیات میں خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔ اس کے علاوہ مقبوضہ کشمیر میں بھی رضوی سادات کے کچھ خانوادے آباد ہیں جن میں آیت اللہ ابوالقاسم رضوی لاہوری کا نام قابل ذکر ہے جن کی کتاب رسالۃ السادۃ فی سیادۃ السادۃ کا تذکرہ سطور بالا میں کیا گیا ہے۔ آپ نے تفسیر شہیر کے نام سے قرآن کریم کی تفسیر بھی تحریر کی علاوہ ازیں علم

حدیث کی کتاب کافی کی تخریج بھی آپ کے کارناموں میں سے ہے آپ اپنے وقت کے مناظر اور صاحب علم فرد تھے۔

کراروی

یہ سادات اپنا سلسلہ نسب سید عبداللہ زر بخش بن سید یعقوب بن سید احمد نقیب قم کی وساطت سے موسیٰ مبرقع نیز امام محمد تقی اور امام علی رضا علیہ السلام تک پہنچاتے ہیں۔(۱۷) اسی لیے رضوی کراروی معروف ہیں۔ اس نسب میں بھی کئی ایک اہم علمی و سیاسی شخصیات نے جنم لیا۔ سید نجم الحسن کراروی اور معروف سیاسی شخصیت علی غضنفر کراروی مرحوم اسی خاندان سے ہیں۔ یہ لوگ سیادت میں معروف ہیں، اس خانوادے کا تذکرہ بھی عمدۃ الطالب لکھنو ایڈیشن کے حاشیہ میں درج ہے۔

کرمانی

پاکستان میں آباد کرمانی سادات موسیٰ مبرقع کی وساطت سے اپنا سلسلہ امام محمد تقی علیہ السلام اور امام رضا علیہ السلام تک لے کر جاتے ہیں۔ اس سلسلے کے ایک بزرگ سید داود بندگی تصوف میں ایک بڑا نام ہیں جن کا مزار شیر گڑھ، اوکاڑہ میں مرجع خلائق ہے۔ اسی طرح سید داود بندگی سرکار کے بھتیجے شاہ ابوالمعالی بھی تصوف کا بڑا نام ہیں جن کے بارے ۱۷ مغل شہنشاہ دارا شکوہ لکھتا ہے کہ آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔(۱۸) یہ سادات بھی معروف النسب کے زمرے میں آتے ہیں۔

زنجانی

یہ سادات ایران کے علاقے زنجان سے ہجرت کرکے برصغیر پاک و ہند آباد میں ہوئی ان کا سلسلہ نسب بھی موسیٰ مبرقع کی وساطت سے امام محمد تقی علیہ السلام اور امام رضا علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے۔ زنجانی سادات کے ایک بزرگ میراں حسین زنجانی کا مزار لاہور کے مضافات میں مرجع خلائق ہے اس نسل کے افراد ستارہ شناسی اور روحانی علوم میں مہارت رکھتے ہیں۔

نقوی سادات

خاندان اجتہاد

یہ خانوادہ ۱۰۴۱ ہجری میں ایران کے شہر سبزوار سے ہجرت کرکے ہندوستان کے علاقے رائے بریلی میں آباد ہوا اس خانوادے کو ان کی اجتہادی اور علمی خصوصیات کے سبب خاندان اجتہاد کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس خاندان کے چشم و چراغ گذشتہ آٹھ نسلوں سے ہندوستان بلکہ برصغیر کی علمی، مذہبی، ادبی اور معاشرتی فضا کو اتنا متاثر کرتے رہے ہیں۔ یہی خاندان تھا جس کے مورث اعلیٰ نے ہندوستان میں اجتہاد کی بنیاد ڈالی۔ غفران مآبؒ کی دعا تھی کہ میرے خاندان میں تا قیام قیامت اجتہاد باقی رہے جو کم سے کم آج کی تاریخ تک حرف بہ حرف صحیح ہوتی نظر آتی ہے۔ انہوں نے ہی ہندوستان میں پہلی بار نماز جمعہ و نماز جماعت کا قیام کیا اور برصغیر کی عزاداری کو وہ شکل دی جو آج نظر آتی ہے۔(۱۹)

اس خاندان کے معروف مجتہدین میں آیت اللہ دلدار نقوی غفران مآب، آیت اللہ محمد صاحب، آیت اللہ سید سبط حسن نقوی، آیت اللہ سید احمد، آیت اللہ سید ابراہیم، آیت اللہ سید تقی، آیت اللہ سید علی نقی نقوی المعروف نقن صاحب، آیت اللہ سید کاظم، آیت اللہ محسن نقوی، علامہ نصیر اجتہادی، آیت اللہ سید علی انور، علامہ ڈاکٹر محسن نقوی اور ڈاکٹر قلب صادق قابل ذکر ہیں۔ اس خاندان میں

علماء کا سلسلہ کافی طویل ہے اور ان علماء کی دین اسلام کے لیے خدمات یقیناً یاد رکھے جانے کے قابل ہیں۔

نقوی البخاری

یہ خانوادہ بھی اپنی علمی و معنوی خدمات کے سبب ہندوستان و پاکستان بھر میں معروف ہے اس کے بزرگ سید جلال شاہ سرخ پوش بخارا سے برصغیر پاک و ہند آئے۔ اسی سبب یہ نسل اپنے آپ کو بخاری کے عنوان سے شناخت کرواتی ہے۔ سید جلال شاہ سرخ پوش کی نسل میں متعدد اہل علم اور صاحبان عرفان نے جنم لیا جن مین مخدوم جہانیاں جہاں گشت، سید عیسی شاہ قتال، سید وہاب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اسی خانوادے نے علم دین کی دنیا میں بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ علامہ سید ساجد علی نقوی، علامہ تقی شاہ نقوی، علامہ سید ریاض حسین نجفی وغیرہ اسی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں۔ سیاسی، سماجی، ثقافتی میدانوں میں اس خانوادے کے فرزند ملک و قوم کی خدمت میں سرگرم عمل ہیں۔

نقوی البھاکری

یہ خانوادہ پاکستان میں اپنے جائے سکونت بھاکر یعنی پرانا سکھر کے سبب بھاکری کے عنوان سے معروف ہوئے ان کے جد سید محمد محمود مکی حامل علم و عرفان اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ آپ کے والد سید شجاع الدین اور دادا سید ابراھیم جوادی بھی ایران کے اہل علم میں شمار ہوتے تھے۔ بھاکری خاندان میں بھی بہت سے علماء، فضلاء اور عرفاء نے جنم لیا۔ ہیر رانجھا کے معروف مصنف اور صوفی بزرگ سید وارث شاہ کا تعلق اسی خانوادے سے تھا ہے۔ یہ خانوادہ ایک روایت کے مطابق اسماعیل حریفا ابن جعفر الزکی بن امام علی نقی علیہ السلام کی اولاد ہے۔(۲۰)

سادات امروہہ

امروہہ سادات کا مرکز ہے جہاں سادات کے بہت سے خانوادے آباد ہیں جن میں نسل امام رضا علیہ السلام سے نقوی اور تقوی خانوادہ آباد ہے۔ نقوی سادات کا خانوادہ عراق کے علاقے واسط سے ہجرت کر کے امروہہ تشریف لایا اس کے بزرگ سید حسین شرف الدین امام علی نقی علیہ السلام کی نویں پشت سے ہیں۔ یہ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ تقوی سادات کے بزرگ سید اشرف دانشمند ہیں جو جہانگیر بادشاہ کے زمانے میں امروہہ میں آ کر آباد ہوئے۔ امروہہ کا تیسرا خانوادہ کرمانی الاصل ہے اور شاہ ابن بدر چشتی کی اولاد سے ہے یہ بھی اپنے آپ کو نسل امام رضا علیہ السلام سے بتاتے ہیں۔(۲۱) سادات امروہہ کو برصغیر پاک و ہند میں خاص علمی و سیاسی مقام حاصل تھا۔ سادات امروہہ کی بعض شخصیات مغل حکمرانوں کے خاص مصاحبوں میں شامل تھیں۔

ترمذی

ترمذی ایک بلدی نسبت ہے، برصغیر پاک و ہند میں ترمذ سے بہت سے خانوادے ہجرت کر کے آئے ان میں نقوی الترمذی سادات کا سلسلہ امام علی نقی علیہ السلام کی وساطت سے امام رضا علیہ السلام تک پہنچتا ہے بونیر، سوات کے معروف صوفی بزرگ پیر بابا سید علی غواص ترمذی برصغیر پاک ہند میں ترمذی خاندان کے جد تصور کیے جاتے ہیں۔ ۲۲

نوٹ: نسل امام رضا علیہ السلام کی علمی۔ سیاسی، سماجی، دینی، عرفانی اور ادبی فیوض و برکات کا مکمل احاطہ ایک وقت طلب اور تحقیقی کام

ہے جس کے لیے ان صفحات کی وسعت کافی نہیں ہے۔ اپنی تحریر کا اختتام اس شعر کے ذریعے اپنی نارسائی کا اظہار کر کے کرنا چاہوں گا:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

حوالہ جات

1۔ ابی نصر سہل (۳۴۱ھ)، سر سلسلۃ العلویۃ، ص ۸۳، مکتبہ کاظم الکبشی، ۱۹۶۲ء

2۔ کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ (علی بن عیسیٰ اربلی)، حبیب السیر، حدیقۃ الشیعہ (مقدس اردبیلی)، بحار الانوار (علامہ مجلسی)، تذکرۃ الخواص (ابن جوزی)

۳۔ ماخوذ از: http//:www.ardebili.com/ur/Sireh/View/11/

۴۔ ماخوذ از http//:alhassanain.org/urdu/?com=content&id=177

۵۔ ماخوذ از http//:alhassanain.org/urdu/?com=content&id=177

۶۔ القرآن: ھود ۸۶

۷۔ القرآن: القصص ۵

۸۔ طوسی، تہذیب الکلام، ۱۴۰۶ق، ج ۹، ص ۳۵۵۔

۹۔ مفید، الاختصاص، ۱۴۱۳ق، ص ۹۱

۱۰۔ مفید، الاختصاص، ۱۴۱۳ق، ص ۹۱

۱۱۔ طوسی، تہذیب الکلام، ۱۴۰۶ق، ج ۹، ص ۳۵۵۔

۱۲۔ مجلسی، بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۲۳۶

۱۳ احسان مقدس، ص ۳۰۲

۱۴۔ حسن اشعری، تاریخ قم، ص ۲۰۷، ناشر کتابخانہ آیت اللہ شھاب الدین مرعشی، ط قم ۱۳۸۵ش

۱۵۔ ایضا

۱۶۔ مدینۃ الراشحین ص ۲۰۸، ۲۰۹، فہرست اسمائے علمائے شیعہ مصنفہم ص ۱۱۱، ۱۱۲

۱۷۔ ریاض الحسن، شجرہ طیبہ قلمی، ص ۳۲، ط ۱۹۸۲ کراچی

۱۸۔ مفتی غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء جلد اول، صفحہ 229، مکتبہ گنج بخش لاہور

۱۹۔ نجیبت حضرت حجۃ و خدمات مرجعیت نمبر، ماہنامہ اصلاح لکھنؤ۔ جون تا اگست ۲۰۱۲

۲۰۔ معین الحق، جھانسوی، ترجمہ شجرۃ الانساب، ص ۳۱۲، ناشر مدرسہ فیضان مصطفیٰ زہرہ باغ نئی آبادی، علی گڑھ ہندوستان ۲۰۱۰ء

۲۱۔ محمود احمد، تاریخ امروہہ، ص ۱۸۱ تا ۱۸۶، ط امروہہ ۱۹۳۰

۲۲۔ قمر امرجی، مدرکۃ الطالب فی انساب ال ابی طالب، ص ۲۳۰، ط اسلام آباد

امام علی رضا علیہ السلام کے باصفا اصحاب

ولی عصر مرکز تحقیق



درج ذیل تحریر ولی عصر مرکز تحقیقات کی ایک اشاعت سے اقتباس ہے جس میں امام رضا علیہ السلام کے باصفا احباب کا تذکرہ موجود ہے۔ ان اصحاب کے حالات زندگی کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے اہل بیت علیہ السلام کے زیر سایہ رہنے والے افراد کا اخلاق، کردار، شخصیت کس درجے اور مقام کی حامل تھی۔ ایسی ہی صورتحال ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اصحاب میں بھی نظر آتی ہے۔ (ادارہ)

1-ابو جعفر احمد بن ابی نصر بزنطی کوفی:

امام علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے اور امام محمد تقی علیہ السلام کے مخصوص شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔ ان کی وثاقت کا یہ عالم تھا کہ جو روایت ان سے نقل کر دی جاتی تھی اس کا سلسلہ سند نہیں دیکھا جاتا تھا، بلکہ اسے صحیح تسلیم کر لیا جاتا تھا، کیونکہ انہوں نے کبھی کسی غیر معتبر راوی سے کوئی روایت ہی نقل نہیں کی ہے۔ انہوں نے 221 ہجری میں وفات پائی۔

2-دعبل بن علی الخزاعی:

یہ اپنے وقت کے عظیم ترین شاعر اور ادیب تھے۔ ان کا قصیدہ تاریخ ادب میں شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ امام علی رضا علیہ السلام کی شان میں قصیدہ لکھنے کے بعد خراسان کا رخ کیا کہ سب سے پہلے حضرت کو سنائیں گے، حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے سن کر بے حد تعریف کی اور فرمایا کہ اسے ہر ایک کو مت سنانا لیکن جب قصیدہ کی شہرت زیادہ ہوئی تو مامون نے دربار میں طلب کر کے قصیدہ کی فرمائش کی، دعبل نے اسے ٹال دیا تو اس نے امام رضا علیہ السلام کو طلب کر کے آپ سے سفارش کرائی اور دعبل نے امام علی رضا علیہ السلام کے حکم پر قصیدہ سنایا تو مامون نے 50 ہزار درہم انعام دیئے اور حضرت رضا علیہ السلام نے بھی اس قدر دعبل

پر عنایت فرمائی (دعبل نے عرض کیا کہ مولا مجھے مال دنیا درکار نہیں ہے، مجھے اپنا جبہ عنایت فرما دیجئے جو آخرت میں میرے کام آئے گا آپ نے اسے بھی عنایت فرما دیا اور فرمایا کہ اسے محفوظ رکھنا یہ کبھی کام آئے گا چنانچہ راستہ میں ڈاکوؤں کے حملہ کے وقت وہی جبہ سارے قافلہ والوں کو کام آیا اور اسی کی برکت سے ڈاکوؤں نے سارے قافلہ کا مال واپس کر دیا۔ بعض روایت میں وارد ہوا ہے کہ دعبل نے اپنے قصیدہ کے اندر بغداد میں ایک قبر کا ذکر کیا تو امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں دو اشعار کا اور اضافہ کر دو تا کہ قصیدہ مکمل ہو جائے اور یہ کہہ کر آپ نے طوس کی قبر کے بارے میں دو شعر ارشاد فرمائے۔ دعبل نے عرض کیا: مولا یہ کس کی قبر ہے؟ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: یہ میری قبر کا ذکر ہے اور جو شخص بھی عالم غربت میں میری زیارت کرے گا وہ روز قیامت میرے ساتھ محشور ہوگا اور یہ کہہ کر سو دینار رضوی بھی عنایت فرمائے جن پر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا اسم گرامی کندہ تھا اور دعبل نے اسے بطور تبرک محفوظ کر لیا۔

3-حسن بن علی بن زیاد الوشا البجلی الکوفی:

امام علی رضا علیہ السلام کے مخصوص اصحاب میں سے یہ بھی ایک صحابی تھے اور ان کے نانا الیاس صیرفی امام صادق علیہ السلام کے نمایاں اصحاب میں شمار ہوتے تھے اور انہوں نے وقت آخر امام صادق علیہ السلام کی اس روایت کا ذکر کیا تھا کہ حضرت نے فرمایا: جس کے دل میں ہم اہل بیت علیہم السلام کی واقعی محبت ہوگی اسے آتش جہنم میں نہیں ڈالا جائے۔

شیخ طوسی نے احمد بن محمد بن عیسی قمی سے نقل کیا ہے کہ: میں احادیث کی طلب میں قم سے کوفہ گیا تھا تو وہاں حسن بن علی بن الوشا سے ملاقات ہوئی اور میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ علی بن زین اور ابان بن عثمان کی کتابوں کو روایت کرنے کا اجازہ مرحمت فرمائیں تو انہوں نے کہا کہ پہلے آپ کتابیں نقل کریں اور میں سن لوں تو میں نے کہا کہ آپ ابھی سن لیں اس لیے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے تو حسن بن علی بن الوشا نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ لوگوں میں حدیث کا اس قدر شوق ہے کہ تو میں احادیث کا ذخیرہ اکٹھا کر لیتا اس لیے کہ میں نے اس مسجد کوفہ میں 900 ایسے شیوخ کو دیکھا ہے کہ جو امام جعفر صادق علیہ السلام کی احادیث بیان کرتے تھے۔

4-حسن بن علی بن فضال تیمی کوفی:

امام علی رضا علیہ السلام کے مخصوص صحابیوں میں سے تھے اور راویان احادیث میں سے تھے، فضل بن شاذان کا بیان ہے کہ میں مسجد میں درس قرائت حاصل کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا: کچھ لوگ کسی ایسے شخص کا تذکرہ کر رہے ہیں جو دامن کوہ میں رہتا ہے اور مسلسل عبادت کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ حیوانات صحرا بھی اسے اس قدر مانوس ہو گئے ہیں کہ اس کے پہلو میں چرتے ہیں اور وہ سجدہ کو اس قدر طول دیتا ہے جیسے کوئی انسان دنیا سے گزر چکا ہو، میں حیرت میں تھا کہ ایسا انسان کون ہو سکتا ہے کہ اتنے میں ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور میرے والد نے بڑھ کر استقبال کیا اور نہایت درجہ احترام کا برتاؤ کیا تو ان کے جانے کے بعد میں نے پوچھا کہ یہ حسن بن علی بن فضال تھے؟ انھوں نے کہا: یہ وہی عابد معروف ہیں؟ میں نے کہا کہ وہ تو پہاڑ پر رہتے ہیں؟ فرمایا کہ آج اتر کر آئے ہیں اور میرے پاس اکثر آتے رہتے ہیں، میرے دل میں ان کا اتنا احترام پیدا ہو گیا کہ میں اکثر ان کے پاس جا کر ابن بکیر

وغیرہ کی کتابیں سنا کرتا تھا اور یہ صرف ان کا جذبہ دیداری تھا ورنہ ایک سال مامون کا سپہ سالار طاہر بن الحسین الخزاعی حج کر کے کوفہ واپس آیا تو اس نے بار بار حسن بن فضال سے ملاقات کرنے کی خواہش کی لیکن انہوں نے ان کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ ان کی وفات 224 ہجری میں ہوئی۔

5-حسن بن محبوب السراد البجلی کوفی:

یہ اپنے دور کے ارکان اربعہ اور اصحاب اجماع میں شمار ہوتے تھے عام طور سے لوگ انہیں زرّاد کہتے تھے لیکن امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ سراد کہا کرو کہ لفظ سرد، زرہ سازی کے بارے میں قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے اور امت اسلامیہ کو الفاظ قرآن مجید کو اہمیت دینا چاہیے۔ ان کے والد نے ان کی تربیت کا اس قدر اہتمام کیا تھا کہ علی بن رہاب کی ایک ایک حدیث حفظ کرنے پر ایک ایک درہم انعام دیا کرتے تھے۔ حسن بن محبوب کا انتقال 224 ہجری کے آواخر میں تقریباً 65 سال کی عمر میں ہوا۔

6-زکریا بن آدم بن عبداللہ بن سعد اشعری قمی:

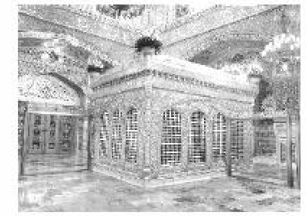
امام رضا علیہ السلام کے مخصوص اصحاب اور مقربین بارگاہ میں سے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اپنے گھر والوں سے الگ ہونا چاہتا ہوں، ان میں احمق بہت پیدا ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ ہرگز ایسا نہیں کرنا کہ رب العالمین تمہارے ذریعہ ان سے اسی طرح بلاؤں کو دفع کرتا ہے جس طرح امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قبر کے طفیل میں اہل بغداد کی بلاؤں کو دفع کرتا ہے۔ علی بن المسیب الہمدانی نے امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرا گھر بہت دور ہے اور میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا ہوں تو احکام دین کس سے حاصل کروں؟

آپ نے فرمایا: زکریا بن آدم قمی جو میری نظروں میں دین و دنیا دونوں میں مامون و محفوظ ہیں، بعض مورخین کا بیان ہے کہ انہیں یہ سعادت بھی حاصل تھی کہ ایک سال امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ حج پہ گئے تو مدینہ سے مکہ تک حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ ایک ہی محمل پر سوار رہے۔

علامہ مجلسی نے تاریخ قم کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسعدی خاندان کے بارے میں دعا فرمائی تھی کہ خدایا! ان کے صغیر و کبیر کی مغفرت فرما۔ زکریا بن آدم کی قبر قم کے قبرستان شیخان میں مشہور ہے اور انہیں کی پہلو میں ان کے چچازاد بھائی زکریا بن ادریس بن عبداللہ بن سعد اشعری کی بھی قبر ہے۔

7-صفوان بن یحیٰ ابو محمد جبلی کوفی:

اپنے دور کے معتبر ترین راویوں میں شمار ہوتے تھے، امام علی رضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے بلکہ حضرت کے وکیل بھی تھے۔ علامہ کشی نے انہیں اصحاب اجماع میں شمار کیا ہے اور بعض مورخیں نے نقل کیا ہے کہ صفوان عبداللہ بن جندب اور علی ابن نعمان کے ساتھ شریک تجارت تھے اور تینوں حضرات پابندی کے ساتھ روزانہ 51 رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔ انھوں نے آپس میں یہ معاہدہ کیا تھا کہ جو بعد میں رہ جائے گا وہ دوسروں کی طرف سے بھی عمل کرائے گا چنانچہ صفوان اپنے دونوں ساتھیوں کے انتقال کے بعد روزانہ تین مرتبہ 51 رکعت نماز پڑھتے تھے اور سال میں تین ماہ کے روزے رکھتے تھے اور اپنے مال کی زکات تین مرتبہ ادا



کرتے تھے اور احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کرایہ پر اونٹ لے کر کوفہ جا رہے تھے تو کسی شخص نے دو دینار کوفہ پہنچانے کے لیے دیا تو اس وقت تک اونٹ پر سوار نہیں ہوئے جب تک کہ مالک سے اس قدر بار کے اضافہ ہونے کی اجازت نہیں لے لی۔ اگر چہ یہ مومنین کرام کی حاجت برآوری کا جذبہ تھا کہ صاحب دینار سے انکار نہیں کیا کہ میں نہیں لے جا سکتا ہوں۔ صفوان نے امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے چالیس افراد سے روایت بیان کی ہے اور 210 ہجری میں مدینہ منورہ میں آپکا انتقال ہوا ہے۔ امام جواد علیہ السلام نے کفن اور حنوط وغیرہ کا انتظام کیا اور اسماعیل بن موسیٰ کو حکم دیا کہ ان کی نماز جناہ ادا کریں۔

8-نصر بن قابوس:

انھوں نے امام صادق علیہ السلام، امام کاظم علیہ السلام اور امام علی رضا علیہ السلام، تینوں حضرات سے روایت نقل کی ہے اور 20 سال تک امام صادق علیہ السلام کے وکیل رہے ہیں۔ امام کاظم کے مخصوص اصحاب میں سے تھے اور ان سے امام رضا کی امامت کی نص کی روایت کی ہے۔ شیخ کشی نے ان کی یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ امام موسیٰ کاظم ان کا ہاتھ پکڑ کر ایک حجرہ تک لے گئے جہاں امام علی رضا مشغول مطالعہ تھے اور فرمایا کہ نصر اس فرزند کو پہچانتے ہو؟ اور اس کتاب کو جانتے ہو؟ عرض کیا: آپ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ کتاب جفر ہے جسے فقط انبیا اور اوصیا پڑھ سکتے ہیں۔ جس کے بعد حضرت کی امامت کا انھیں اور بھی یقین کامل ہو گیا۔

دوسرے موقع پر نصر نے امام موسیٰ کاظم سے کہا کہ میں نے آپ کے والد سے ان کے وصی کے بارے میں دریافت کیا تھا تو انھوں نے آپ کا نام بتایا تھا۔ اب آپ کا وصی کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ میرا فرزند علی بن موسیٰ۔

9-محمد بن اسماعیل بن بزیع:

مرد ثقہ اور امام رضا کے اخص اصحاب میں سے تھے۔ امام جواد کا زمانہ بھی درک کیا ہے، ان کا شمار وزرا میں بھی ہوتا تھا اور علی ابن نعمان نے ان کے بارے میں وصیت کی تھی کہ میری ساری کتابیں محمد بن بزیع کو دے دی جائیں۔

انھوں نے امام جواد سے کفن کے واسطے پیراہن بھی طلب کیا تھا اور آپ نے اسے ارسال فرمایا اور کہا کہ اس کے بٹن نکال دیئے جائیں۔ آپ نے راہ مکہ میں مقام مید میں انتقال فرمایا۔ جب محمد بن علی بن بلال کے ساتھ ان کی قبر کی زیارت کی تو انھوں نے ان کے حوالے سے امام رضا علیہ السلام کی یہ حدیث نقل کی کہ اگر کوئی شخص کسی قبر پر ہاتھ رکھ کر سات مرتبہ سورہ انا انزلناہ پڑھیگا تو پڑھنے والا اور مردہ دونوں بوئے قیامت سے محفوظ رہیں گے۔

کرامات امام علی رضا علیہ السلام

علامہ ریاض قادری

تعارف: امام رضا علیہ السلام خاندان نبوت و رسالت کا چشم و چراغ ہیں جس سے کرامات کا ظہور ہونا کوئی اچھنبے کی بات کی نہیں، آپ علیہ السلام کی وہ کرامات جو تاریخ کے صفحات پر محفوظ ہوگیں بے بہا ہیں اور اس کا سلسلہ تا حال جاری و ساری ہے جو اکثر احباب ذکر کرتے ہیں۔ کرامات امام علیہ السلام کے حوالے سے یہ تحریر سیرت امام کے اس پہلو کی جانب نشاندہی کرنے کے لیے ہے۔

کلیدی کلمات: پیشین گوئیاں، مدفن، تسبیح و تحلیل، درندے کی اطاعت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جناب حمیدہ کو خوشخبری دینا:

امام علی رضا رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعا و برکت سے دنیا میں آئے تھے۔ جب امام موسی کاظم علیہ السلام کی والدہ جناب حمیدہ نے نجمہ نامی ایک کنیز کو بازار سے خریدا تو، اسی رات انھوں نے رات کو خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دیکھا کہ جو فرما رہے تھے کہ: اس کنیز کو اپنے بیٹے (امام کاظم) کو ہدیہ کے طور پر دے دو، بے شک اس سے ایک ایسا بیٹا دنیا میں آئے گا کہ جو تمام اہل زمین سے افضل ہوگا۔ حمیدہ نے بھی اس خواب پر عمل کیا اور امام نے نجمہ کا نام بدل کر طاہرہ رکھ دیا۔(1)

حمل کے دوران معجزے کا ظاہر ہونا:

امام علی رضا علیہ السلام کی والدہ محترمہ نے فرمایا ہے کہ: جب میں حاملہ تھی تو اس مدت میں، میں بالکل حمل کے وزنی ہونے کا احساس نہیں کرتی تھی اور رات کو سوتے وقت میں اپنے پیٹ سے تسبیح و تہلیل و تقدیس کی آوازوں کو سنا کرتی تھی۔(2)

امام علی رضا علیہ السلام کا دنیا میں آتے ہی مناجات کرنا:

امام علی رضا علیہ السلام کی والدہ محترمہ فرماتی ہیں کہ:

جب وہ دنیا میں آئے تو انھوں نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر سر کو آسمان کی طرف بلند کیا تو اس وقت انکے لب حرکت کر رہے تھے، گویا وہ اپنے خدا سے مناجات کر رہے تھے۔ اسی حالت میں انکے والد محترم آئے اور مجھ سے فرمایا کہ:

هنیئا لك كرامة ربك عز و جل

خداوند کی طرف سے تم پر یہ عزت و احترام تم کو مبارک ہو۔

اسی وقت میں نے بیٹے کو انکے والد کو دیا تو انھوں نے بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور شہد

فرات کے پانی کو کشتی میں پلایا۔(3)

ہارون مجھ پر غالب نہیں آسکتا:

صفوان ابن یحیی نے کہا ہے کہ:

امام موسی کاظم علیہ السلام کی شہادت اور علی ابن موسی الرضا علیہ السلام کی امامت کے بعد، ہم ہارون کی طرف سے امام علی رضا علیہ السلام کے خلاف دوبارہ ڈر رہے تھے۔ اس بات کو ہم نے امام علی رضا علیہ السلام کو بتایا تو امام نے فرمایا کہ:

ہارون اپنی کوششیں جاری رکھے گا لیکن اسکو کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

صفوان کہتا ہے کہ میرے لیے ایک قابل اعتماد بندے نے نقل کیا ہے کہ: یحیی بن خالد برکی نے ہارون الرشید سے کہا کہ: علی ابن موسی علیہ السلام نے امامت کا دعوی کر دیا ہے (وہ اس بات سے ہارون کو غصہ دلانا چاہتا تھا) ہارون نے جواب دیا کہ: جو کچھ ہم نے اسکے والد کے ساتھ کیا ہے، وہ کافی ہے، کیا تم چاہتے ہو کہ ہم ان سب کو قتل کر دیں؟(4)

میری اور ہارون کے دفن ہونے کی جگہ ایک ہی ہوگی:

موسی بن عمران نے کہا ہے کہ: ایک دن میں نے امام علی بن موسی الرضا علیہ السلام کو مسجد نبوی میں دیکھا، وہاں پر میں نے دیکھا کہ ہارون لوگوں سے خطاب کرنے میں مصروف تھا، امام نے مجھ سے فرمایا کہ: تم اس دن کو دیکھو گے کہ میں اور ہارون ایک ہی جگہ دفن ہوں گے۔(5)

امام نے مکہ میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ کیا تھا۔ حمزہ بن جعفر ارجانی نے کہا ہے کہ: ہارون الرشید ایک دروازے سے اور علی ابن موسی الرضا علیہ السلام دوسرے دروازے سے مسجد الحرام سے باہر نکلے۔ اس وقت امام علی رضا علیہ السلام نے ہارون کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ: ابھی ہم ایک دوسرے سے دور ہیں، لیکن ہم دونوں کی ملاقات نزدیک ہے، اے طوس! بے شک تم مجھے اور اسکو ایک جگہ پر اکٹھا کر دو گے۔ (یعنی میں اور ہارون ایک ہی جگہ دفن ہوں گے۔(6)

مامون، امین کو قتل کرے گا:

حسین بن یاسر نے کہا ہے کہ: ایک دن امام علی ابن موسی الرضا نے مجھ سے فرمایا کہ: بے شک عبداللہ (مامون) اپنے بھائی محمد (امین) کو قتل کرے گا۔ میں نے امام سے پوچھا کہ: یعنی عبداللہ بن ہارون، محمد بن ہارون کو قتل کرے گا؟ امام نے فرمایا: ہاں، عبد اللہ مامون، محمد امین کو قتل کرے گا۔ امام کی پیشگوئی کے مطابق وہی واقع ہوا جو امام نے فرمایا تھا۔(7)

تیری بیوی جڑواں بچوں کو جنم دے گی:

بکر بن صالح کہتا ہے کہ: میں امام علی رضا علیہ السلام کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ میری بیوی جو محمد بن سنان، جو آپ کا خاص محب ہے، کی بہن ہے، وہ حاملہ ہے، مولا آپ میرے لیے دعا فرمائیں کہ خداوند مجھے بیٹا عطا کرے۔ امام نے فرمایا: خداوند تمہیں دو بچے عطا فرمائے گا۔ جب میں امام کے پاس اٹھ کر جا رہا تھا، تو میں نے سوچا کہ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام علی رکھوں گا۔ اسی وقت امام نے مجھے اپنے پاس بلایا اور مجھ سے فرمایا کہ: ایک کا نام علی رکھنا اور دوسرے کا نام ام عمرو رکھنا۔ وہ کہتا ہے کہ جب میں کوفہ

اپنے گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ میری بیوی نے ایک بیٹے اور ایک بیٹی کو جنم دیا ہے، ان دونوں کے نام کو جیسے امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا، ویسے ہی رکھا۔ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ امّ عمرو کا کیا معنی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ: تیری نانی کا نام بھی امّ عمرو تھا۔(8)

جعفر بہت جلد مالدار ہو جائے گا:

حسین بن موسی نے کہا ہے کہ: بنی ہاشم کے بعض جوان امام علی رضا علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ جعفر ابن عمر علوی فقیروں کی سی حالت میں ہمارے پاس سے گزرا۔ ہم میں سے بعض نے اسکو تمسخر آمیز حالت میں دیکھنا شروع کر دیا۔ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: آپ لوگ بہت جلد دیکھو گے کہ اسکی زندگی کی حالت تبدیل ہو جائے گی، اسکا مال زیادہ، اسکے خدمت گذار بہت زیادہ اور اسکا ظاہری حلیہ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ حسین بن موسی کہتا ہے کہ ایک مہینہ گزرنے کے بعد مدینہ کا حاکم تبدیل ہو گیا اور اس نے نئے حاکم کے نزدیک ایک خاص مقام و منزلت حاصل کر لی اور اسکی زندگی جیسا کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا، تبدیل ہو گئی، پھر اسکے بعد ہم جعفر ابن عمر علوی کا احترام اور اسکے لیے دعا کیا کرتے تھے۔(9)

خود کو موت کے لیے تیار کرو:

حاکم نیشاپوری نے اپنی سند کے ساتھ سعید ابن سعد سے نقل کیا ہے کہ ایک دن امام علی رضا علیہ السلام نے ایک بندے کو دیکھ کر اس سے فرمایا کہ:

یا عبداللہ اوص بما ترید و استعد لما لا بد منه فمات الرجل بعد ذلك بثلاثة ایام،(10)

اے بندہ خدا! اپنے گھر والوں کو وصیت کرو اور اپنے آپکو اس چیز کے لیے کہ جس سے رہائی ممکن نہیں ہے، تیار کرو۔

راوی کہتا ہے کہ وہ بندہ تین دن کے بعد دنیا سے چلا گیا۔

ابو حبیب کا خواب:

حاکم نیشاپوری نے اپنی سند کے ساتھ ابو حبیب سے نقل کیا ہے کہ: ایک دن میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خواب میں حجاج کے گھر میں دیکھا۔ میں نے انکو سلام کیا۔ انکے سامنے ایک برتن میں مدینہ کی صیحانی نام کی کھجوریں پڑی تھیں۔ انھوں نے مجھے 18 کھجوریں ان میں سے دیں اور میں نے انکو کھا لیا، نیند سے بیدار ہونے کے بعد ان کھجوروں کا مزہ میرے منہ میں تھا اور میں ہمیشہ آرزو کرتا تھا کہ اے کاش ان کھجوروں کو دوبارہ کھانا مجھے نصیب ہو۔ 20 دن کے بعد امام ابوالحسن علی ابن موسی الرضا علیہ السلام مدینہ سے م※و آئے اور اسی مکان میں قیام فرمایا۔ لوگ انکا دیدار کرنے کے لیے گئے، میں بھی امام سے ملاقات کرنے کے لیے وہاں گیا، میں نے دیکھا کہ وہ اسی جگہ بیٹھے ہیں، جہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم خواب میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے سامنے بھی ایک برتن میں مدینہ کی صیحانی نام کی کھجوریں پڑی تھیں۔ میں نے امام کو سلام کیا اور انھوں نے مجھے اپنے پاس بلایا اور اپنے ہاتھ سے اس برتن سے مجھے کچھ کھجوریں دیں، میں نے انکو گنا تو وہ بھی 18 کھجوریں تھیں۔ میں نے امام سے عرض کیا، تھوڑی اور زیادہ کھجوریں مجھے دیں۔ امام نے فرمایا: اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس سے زیادہ دی ہوتیں تو میں بھی تم کو اس سے زیادہ

دیتا۔(11)

برمکیوں کی حکومت کا تختہ الٹنا:

مسافر کہتا ہے کہ: میں مکہ میں سرزمین منیٰ میں امام علی رضا علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک یحیٰی ابن خالد برمکی چہرے پر نقاب لگائے اور غبار آلود چہرے کے ساتھ اس مجلس میں داخل ہوا۔ امام نے ہم سے فرمایا: یہ ایسے بیچارے ہیں کہ انکو پتا ہی نہیں ہے کہ اس سال انکے ساتھ کیا ہوگا۔ مسافر کہتا ہے کہ:

اسی برس برمکیوں کی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور امام کی پیشگوئی سچ ثابت ہوگئی۔ مسافر نے مزید کہا کہ: امام نے فرمایا کہ: اور اس سے بھی عجیب تر میں اور ہارون ہیں کہ ہم دونوں میرے ہاتھ کی ان انگلیوں کی مانند ہیں۔ مسافر نے کہا کہ: مجھے امام کی اس بات کی سمجھ نہ آئی، یہاں تک کہ امام دنیا سے چلے گے اور انکو ہارون کے ساتھ دفن کیا گیا۔(12)

میری ولیعہدی زیادہ طولانی نہیں ہوگی:

مدینی کہتا ہے کہ: جب امام علی رضا علیہ السلام ولیعہدی کے لیے بیعت کرنے کی محفل میں خاص لباس پہنے بیٹھے ہوئے تھے اور خطاب کرنے والے خطاب کر رہے تھے۔ امام نے دیکھا کہ ان کے اصحاب میں سے ایک صحابی امام کی ولیعہدی پر بہت ہی زیادہ خوش تھا۔ امام نے اسے اشارے سے اپنے پاس بلایا اور اسکے کان میں فرمایا کہ: اپنا دل میری اس ولیعہدی کے ساتھ نہ لگاؤ، کیونکہ میری ولیعہدی کی مدت زیادہ نہیں ہوگی۔(13)

سازشیں کرنے والے رسوا اور ناکام ہوں گے:

جب مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کو اپنا ولیعہد اور اپنے بعد خلیفہ مقرر کر دیا تو، مامون کے نزدیکی دوست اسکے اس کام سے ناراض تھے اور وہ ڈرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ خلافت بنی عباس سے بنی فاطمہ تک منتقل ہو جائے۔ لہذا وہ امام علی رضا علیہ السلام کی نسبت اپنے دل میں کینہ و نفرت رکھتے تھے اور ہر وقت فرصت کی تلاش میں رہتے تھے کہ اپنے اس باطنی کینے کو ظاہر کریں۔ اسی وجہ سے انھوں نے آپس میں طے کیا کہ جب بھی امام رضا خلیفہ کے پاس آئیں گے اور جب خادمان پردے کو اٹھائیں گے کہ امام اس محفل میں داخل ہوں تو، اس وقت کوئی بھی امام کو سلام نہ کرے، کوئی انکا احترام نہ کرے اور کوئی بھی پردے کو اوپر نہ اٹھائے، اس ارادے و نیت کے بعد امام روزانہ کی عادت کے مطابق اس برآمدے میں داخل ہوئے تو انھوں نے اپنے طے شدہ ارادے کے برخلاف اچانک پردے کو اوپر اٹھایا اور امام آرام سے اس محفل میں داخل ہو گئے۔

اسکے بعد وہ آپس میں ایک دوسرے پر ملامت کرنے لگے کہ پردے کو کیوں اوپر اٹھایا ہے۔ اسکے بعد انھوں نے پھر طے کیا کل کوئی بھی ایسا نہ کرے۔ دوسرے دن جب امام علی رضا علیہ السلام آئے تو انھوں نے سلام تو کیا لیکن کسی نے بھی پردے کو اوپر نہ اٹھایا۔ اسی وقت ایک تیز ہوا کا جھونکا آیا تو اس نے پردے کو اوپر اٹھایا اور امام علی رضا علیہ السلام آرام سے محفل میں داخل ہو گئے اور واپسی پر بھی ایسا ہی ہوا اور امام آرام سے وہاں سے نکل کر واپس چلے گئے۔ اس ماجرا کے بعد وہ جان گئے کہ امام خدا کے نزدیک ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے انھوں نے ارادہ کیا کہ آج کے بعد ہم سب امام کی ہمیشہ خدمت کیا کریں گے۔(14)

امام علی رضا (علیہ السلام) کے سامنے درندہ حیوانات کا رام ہوجانا:



زین ب کذ اب کے واقعے کو بہت سارے علماء نے نقل کیا ہے اور یہ واقعہ امام رضا کی عظمت اور امام کے ولایت تکوینی رکھنے پر دلالت کرتا ہے۔ اس واقعے کو مختلف انداز سے نقل کیا گیا ہے زینب نامی نے ایک عورت علوی ھونے کا دعوی کیا تب وہ امام کے پاس لائی گئی تو امام نے اسکو دیکھ کر فرمایا کہ وہ علوی نہیں ہے۔ اس عورت نے امام کا مذاق اڑاتے ہوئے تمسخر آمیز لہجے میں کہا کہ تم میرے نسب کے بارے میں شک کرتے ہو تو میں بھی تمہارے نسب کے بارے شک کرتی ہوں۔ اس دور میں حاکم وقت کے محل میں ایک ایسی جگہ ہوتی تھی کہ جہاں پر درندہ حیوانات کو رکھا جاتا تھا، کیونکہ ان حیوانات کے ذریعے سے ظالموں اور مجرموں سے انتقام لیا جاتا تھا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے اس عورت کو حیوانات کے نگہبان کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ: یہ ایک جھوٹی عورت ہے اور اس نے علی علیہ السلام اور سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا پر جھوٹی تہمت لگائی ہے اور یہ نسل علی سے نہیں ہے۔ اگر یہ عورت سچ بول رہی ہے اور علی و فاطمہ کے بدن کا ٹکڑا ہے تو، پھر اسکا بدن اور گوشت درندوں پر حرام ہے، پس اسکو درندہ حیوانات کے درمیان لے جاؤ، اگر یہ سچی ہوئی تو حیوانات اسکے نزدیک نہیں جائیں گے اور اگر جھوٹی ہوئی تو حیوانات اسکو چیر پھاڑ کر کھا جائیں گے۔

جب اس زینب کذاب نے امام کی اس بات کو سنا تو فوری امام سے بے ادبی کے انداز میں کہا کہ اگر آپ سچے علوی اور امام ہیں تو پہلے آپ حیوانات کے پاس جائیں۔ امام فورا حیوانات کے پنجرے میں داخل ہو گئے۔ سب لوگ اس خوفناک منظر کو دیکھ رہے تھے۔ جب امام علی رضا علیہ السلام حیوانات کے نزدیک گئے تو تمام درندے رام ہو گئے اور ایک ایک کر کے امام کے سامنے آ کر اپنی دم کو اطاعت و تسلیم ہونے کی نیت سے زمین پر رکھ دیا اور امام ہاتھوں اور پیروں کو چومنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد امام پنجرے سے باہر آ گئے اور نگہبان کو حکم دیا کہ اب اس عورت کو پنجرے میں ڈالو۔ اس عورت نے صاف انکار کر دیا۔ اس واقعے کے بعد شہر خراسان میں وہ عورت زینب کذاب کے نام سے مشہور ہو گئی۔(15)

امام علی رضا (علیہ السلام) کی اپنی شہادت کے بارے میں پیشگوئی:

جب مامون بیمار ہونے کی وجہ سے عید فطر کی نماز نہ پڑھا سکا تو، اس نے امام علی رضا علیہ السلام سے کہا کہ اس سال آپ عید کی نماز پڑھائیں۔ امام سفید لباس اور سفید عمامہ پہنے، ہاتھ میں عصا پکڑے اپنے گھر سے باہر نکلے اور راستے میں بلند آواز سے یہ کہہ رہے تھے:

السلام علي ابوي آدم و نوح، السلام علي ابوي ابراهيم و اسماعيل، السلام علي ابوي محمد و علي، السلام علي عباد الله الصالحين.

لوگ جوق در جوق امام کے پاس آ رہے تھے اور انکے مبارک ہاتھوں کو بوسے دے رہے تھے۔

اسی وقت مامون کو خبر دی گئی کہ اگر امام علی رضا علیہ السلام اسی حالت میں عید کی نماز پڑھانے میں کامیاب ہو گئے تو پھر حتمی طور

پر خلافت تمہارے ہاتھوں سے نکل جائے گی۔ مامون نے جیسے بھی ممکن ہوا، خود کو امام کے پاس پہنچایا اور انکو عید کی نماز پڑھانے سے منع کر دیا۔

اس وقت امام نے مامون کے خادم ہرثمہ ابن اعین، کہ جو اہل بیت کا محب تھا اور امام رضا کا خدمتگذار بھی تھا، کے لیے اہم مطالب کو بیان فرمایا۔ ہرثمہ کہتا ہے کہ: ایک دن میرے آقا ابو الحسن امام علی رضا علیہ السلام نے مجھے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ: اے ہرثمہ میں تم کو بعض باتیں بتانا چاہتا ہوں اور جب تک میں زندہ ہوں تم وہ باتیں کسی دوسرے کو نہ بتانا اور اگر ان باتوں کو تم نے کسی کو بتایا تو قیامت کے دن خدا کی بارگاہ میں، میں تمہارا دشمن ہوں گا۔

ہرثمہ نے کہا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک آپ زندہ ہیں، میں یہ باتیں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ امام نے فرمایا کہ:

اے ہرثمہ میرا سفر آخرت اور اپنے آباء و اجداد سے ملنے کا سفر بہت نزدیک ہے۔ بے شک میں زہر آلود انگور اور انار کھانے کی وجہ سے دنیا سے جاؤں گا۔ خلیفہ مامون میری قبر اپنے باپ ہارون الرشید کی قبر کے پیچھے بنانا چاہتا ہے، لیکن خداوند ایسا نہیں ہونے دے گا اور زمین بھی اس کام کی اجازت نہیں دے گی اور وہ اس کام کے لیے زمین کو کھودنے کی جتنی بھی کوشش کریں گے، بالکل اس کام میں کامیاب نہیں ہوں گے، اس کام کو تم بعد میں اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لو گے۔

اے ہرثمہ! بے شک میرے دفن ہونے کی جگہ کسی اور طرف ہو گی۔ پس میری وفات اور غسل و کفن کے بعد مامون کو ان باتوں سے آگاہ کرنا، تا کہ وہ مزید اچھے طریقے سے پہچان لے اور مامون سے کہنا کہ جب بھی مجھے تابوت میں رکھیں اور نماز پڑھنے کے لیے تیار ہوں تو، کوئی بھی مجھ پر نماز نہ پڑھے، یہاں تک کہ ایک اجنبی عرب تیزی سے صحرا کی طرف سے میرے جنازے کی طرف آئے گا، اس حالت میں کہ اس عرب کا چہرہ غبار آلود ہو گا اور اسکی سواری گریہ کر رہی ہو گی۔ وہ عرب میرے جنازے پر نماز پڑھائے گا۔ تم بھی اسکے ساتھ نماز کے لیے کھڑے ہو جانا اور نماز کے بعد مجھے اپنی معین جگہ پر دفن کر دینا۔ اے ہرثمہ! تمہارے لیے ہلاکت ہو اگر تم ان مطالب کو میری وفات سے پہلے کسی کو بتاؤ تو۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ: ابھی زیادہ عرصہ بھی نہیں گزرا تھا کہ امام علی رضا علیہ السلام کی کہی ہوئی تمام باتیں اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ سچ ثابت ہو گئیں اور امام نے مامون کے دربار میں زہر آلود انگور اور انار کھانے کی وجہ سے شہادت پائی۔ ہرثمہ کہتا ہے کہ: امام علی رضا علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق انکی شہادت کے بعد میں مامون کے پاس گیا، میں نے دیکھا کہ وہ امام علی رضا علیہ السلام کے غم میں ہاتھ میں رومال لیے رو رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا: اے خلیفہ! اگر تم اجازت دو تو میں نے کچھ باتیں آپکو بتانی ہیں؟ مامون نے اجازت دے دی۔ ہرثمہ نے کہا کہ امام علی رضا علیہ السلام نے اپنی زندگی میں مجھے کچھ باتیں بتائیں تھیں اور مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ جب تک وہ زندہ ہیں، کسی کو نہ بتاؤں۔ اسکے بعد ہرثمہ نے تمام باتیں مامون کو بتا دیں۔

جب مامون نے ان تمام باتوں کو سنا تو حیران ہو گیا اور پھر حکم دیا کہ امام کے جنازے کو غسل و کفن دے کر نماز کے لیے تیار کرو۔ ہرثمہ کہتا ہے کہ میں مامون کے ساتھ امام پر نماز پڑھنے کو تیار ہو گیا۔ اسی وقت ایک اجنبی شخص ان علامات کے ساتھ کہ جنکا ذکر امام علی رضا علیہ السلام نے کیا تھا، صحرا سے جنازے کی طرف آیا، اس نے کسی سے بھی کوئی بات نہ کی اور امام پر نماز پڑھا دی۔ مامون



نے حکم دیا کہ پتا کیا جائے کہ وہ کون ہے اور اسکو میرے پاس لایا جائے، لیکن وہ شخص اور اسکا اونٹ ایک دم سے غائب ہو گئے۔

پھر خلیفہ نے حکم دیا کہ ہارون الرشید کی قبر کے پیچھے ایک قبر کھودی جائے۔ ہرثمہ نے مامون سے کہا کہ: کیا میں تم کو امام علی رضا علیہ السلام کی ساری باتوں سے آگاہ نہیں کیا؟ مامون نے کہا: ہاں، لیکن میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا اسکی ساری باتیں ٹھیک بھی ہیں یا نہیں؟

امام علی رضا علیہ السلام کے بتانے کے مطابق وہ وہاں قبر نہ کھود سکے، گویا وہاں زمین سخت چٹانوں سے بھی زیادہ سخت ہو گئی تھی، اس حد تک کہ وہاں پر موجود سب لوگ حیرت میں مبتلا ہو گئے۔ اس طرح سے مامون کو امام علی رضا علیہ السلام کی کہی ہوئی بات کے سچ ہونے کا یقین ہو گیا اور پھر اس نے مجھ (ہرثمہ) سے کہا کہ علی ابن موسیٰ الرضا نے جس جگہ کا تمہیں بتایا ہے، وہ مجھے دکھاؤ۔ ہرثمہ نے اس جگہ کو مامون کو دکھایا اور جونہی ہم نے وہاں سے مٹی کو کھودا تو ایک پہلے سے تیار شدہ قبر ظاہر ہوئی، یہ قبر ان صفات کے ساتھ تھی کہ جن کا خود امام رضا نے پہلے مجھے بتایا تھا۔

جب مامون نے ان تمام حالات کو دیکھا تو حیرت زدہ ہوا۔ اچانک اس قبر میں کھڑا پانی زمین کی گہرائی میں چلا گیا اور وہ جگہ خشک ہو گئی، پھر امام کی میت کو قبر میں رکھا اور اس پر مٹی ڈال دی۔ اس واقعے کے بعد مامون نے جن چیزوں کو دیکھا تھا اور جو کچھ مجھ سے سنا تھا، ہمیشہ تعجب کے ساتھ اسکا ذکر کیا کرتا تھا، اور ساتھ ساتھ افسوس کا بھی اظہار کیا کرتا تھا اور جب بھی میرے ساتھ تنہائی میں بیٹھتا تھا تو ہمیشہ مجھ سے کہتا تھا کہ ان تمام باتوں کو دوبارہ اسکے لیے بیان کروں، مامون باتیں سنتا جاتا تھا اور ساتھ ساتھ کہتا تھا:

انا للہ و انا الیہ راجعون۔(16)

حوالہ جات

1۔ روضة الاحباب، عطاء الله بن فضل الله شيرازي، ص 43، اسلامبول، تركيه؛ مفتاح النجاة في مناقب آل العبا، محمد خان بن رستم بدخشي، مخطوط، ص 176، بہ نقل از احقاق الحق، ج 12، ص 364؛ تاريخ الاسلام و الرجال، شيخ عثمان سراج الدين حنفي، ص 369، مخطوط، بہ نقل از احقاق الحق، ج 12، ص 348.

2۔ روضة الاحباب، ج 4، ص 43؛ مفتاح المعارف، مولوي عبد الفتاح حنفي هندي، مخطوط، ص 79، بنقل از احقاق الحق، ج 12، ص 553.

3۔ احقاق الحق، شهيد قاضي نور الله شوشتري، ج 12، ص 343، بہ نقل از محمد خواجه پارسي بخاري، فصل الخطاب.

4۔ الفصول المهمه، ص 245؛ نور الابصار، دار الكتب العلميه، بيروت، لبنان، چاپ اول 1418ق، ص 243؛ جامع كرامات الاولياء،

ج2، ص311؛ الاتحاف بحب الاشراف، ص314۔

5۔ الفصول المهمه، ص246؛ نور الابصار، ص244؛ جامع کرامات الاولیاء، ج2، ص312۔

6۔ نور الابصار، ص244؛ جامع کرامات الاولیاء، ج2، ص313؛ الاتحاف بحب الاشراف، ص315، 316۔

7۔ الفصول المهمه، ص247؛ نور الابصار، ص243؛ الاتحاف بحب الاشراف، ص319۔

8۔ الفصول المهمه، ص246، نور الابصار، ص243؛ اخبار الدول و آثار الاول، بغداد، عراق، بی تا، ص114؛ جامع کرامات الاولیاء، ج2، ص313، الاتحاف، بحب الاشراف، ص316۔

9۔ نور الابصار، ص243؛ مفتاح النجاة، ص76؛ اخبار الدول و آثار الاول، ص114؛ الاتحاف، بحب الاشراف، ص318۔

10۔ الصواعق المحرقه، ابن حجر هاثیمی، دار الفکر، بیروت، لبنان، ص122، الفصول المهمه، ص247؛ نور الابصار، ص243؛ اخبار الدول و آثار الاول، ص114؛ جامع کرامات الاولیاء، ج2، ص311؛ نتیج الافکار القدسیه، سید مصطفی بن محمد العروس مصری، دمشق، سوریه، بی تا، ج1، ص80؛ الاتحاف، بحب الاشراف، ص318؛ الانوار القدسیه، ص39۔

11۔ الصواعق المحرقه، ص122؛ الفصول المهمه، ص246؛ اخبار الدول و آثار الاول، ص114؛ مفتاح النجاة، ص376؛ وسیلة المآل، ابن کثیر حضرمی، مکتبه الظاهریه، دمشق، سوریه، بی تا، ص212؛ نور الابصار، ص243؛ جامع کرامات الاولیا، ج2، ص311؛ نتیج الافکار القدسیه، ج1، ص80؛ الاتحاف بحب الاشراف، ص316؛ وسیلة النجاة، محمد مبین هندی، الکهنو، هند، بی تا۔

12۔ الفصول المهمه، ص245؛ نور الابصار، ص243؛ جامع کرامات الاولیاء، ج2، ص312؛ الاتحاف بحب الاشراف، ص314۔

13۔ الفصول المهمه، ص256؛ مفتاح النجاة، ص178۔

14۔ نور الابصار، ص244؛ جامع کرامات الاولیاء، ج2، ص312، مطالب السؤول، ص297؛ الفصول المهمه، ص244۔245؛ اخبار الدول و آثار الاول، ص114؛ الاتحاف، بحب الاشراف، ص313۔

15۔ الفرج بعد الشدة، قاضی ابو علی تنوخی، دار الصباعی المحمدی قاهره، مصر، چاپ اول 1375ق، ج4، 172۔173؛ مطالب السؤول، ص297۔ اہل سنت کے بعض بزرگان جیسے ابن حجر ہیثمی نے اس واقعے کو اہل سنت کے بعض حفاظ سے نقل کیا ہے۔ الصواعق المحرقه، ص205۔ اور ابو علی عمر بن یحیی علوی نے بھی اس واقعے کو قطعی قرار دیا ہے اور اہل سنت کے واسطے سے اس واقعے کے نقل ہونے کی تائید کی ہے۔ الفرج بعد الشدة، ج4، ص173۔

16۔ الفصول المهمه، ص261؛ نور الابصار، ص244؛ مطالب السؤول، ص300؛ الکواکب الدریه، شیخ عبد الرؤوف مناوی، الازهری، مصر، بی تا، ج1، ص256؛ مفتاح النجاة، ص82؛ الانوار القدسیه، ص39۔

امام رضا علیہ السلام کے مناظرے

مولانا ملک عرفان حسین



اسلام کی تعلیمات کو عام کرنے اور حق و باطل کے درمیان تفریق کے لیے برہان اور آمنے سامنے بات کرنے کو خاصی اہمیت حاصل رہی ہے قرآن میں خداوند عالم نے اس موضوع کو ایک "عام قانون" کے طور پر بیان کیا ہے، چنانچہ خداوند عالم نے چار مقامات پر پیغمبر اکرم (صلي الله عليه وآله وسلم) سے اس طرح فرمایا ہے:

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (۱)۔
ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل لے آؤ۔

اور سرور کائنات نے کئی مقامات پر اشاعت اسلام اور تبلیغ دین کیلئے اس مناظرے فرمائے ہیں

پیامبر اعظم (ص) کے مناظرے

استاد محمدی اشتہاردی نے پیغمبر اکرمؐ کے مناظروں کو جمع کیا ہے اس کتاب میں پانچ گروہوں کا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مناظرے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

۱۲۵ افراد پر مشتمل اسلام مخالفوں کے پانچ گروہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ پیغمبر کے پاس جا کر مناظرہ کریں۔

ان گروہوں کے نام اس طرح تھے یہودی، عیسائی، مادّی، مانوی اور بت پرست۔

یہ لوگ مدینہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاروں طرف بیٹھ گئے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت ہی کشادہ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو بحث کا آغاز کرنے کی اجازت دی اور ان سے مناظرہ فرمایا۔

پیغمبر اکرم کے علاوہ اور بھی انبیاء نے توحید شناسی اور یکتا پرستی کے لیے اسی اسلوب کو اپنایا نبی کریمؐ کی رحلت کے بعد فن

مناظرہ عالم اسلام میں عام ہونے لگا۔ اہل بیت اطہار نے بھی مناظرے کو بطور فرقان اختیار کیا۔ خود حضرت امام علی علیہ السلام اور باقی ائمہ کرام کے بارے میں بہت سارے مناظرے نقل ہوئے ہیں جو کہ تاریخ اور سیرت کی کتب میں درج ہیں۔ امام عالی مقام حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے دور میں بھی بہت سے مناظرے ہوئے۔

محدث کبیر جناب شیخ صدوق نے امام رضا (علیہ السلام) کے مناظرے سے متعلق ایک روایت نقل کی ہے جس میں امامؑ اپنے اصحاب سے مناظرے کے اہم اصول بیان فرماتے ہیں۔ اس روایت کو اختصار کے ساتھ ہم یہاں بیان کر رہے ہیں، قارئین گرامی تفصیل کے لیئے شیخ صدوقؒ کی کتاب عیون أخبار الرضا علیہ السلام سے رجوع فرمائیں۔

امام رضا علیہ السلام اور مناظرے کے اصول

ایک روز مامون نے اپنے مشیر خاص فضل بن سہل کو حکم دیا کہ تمام موجودہ ادیان کے بڑے علماء کو دربار میں جمع کیا جائے اور امام رضا (علیہ السلام) سے انکا مناظرہ کروایا جائے۔ فضل بن سہل نے مختلف ادیان کے علماء اور متکلمین کو اگلے دن دربار میں جمع ہونے کا حکم دیا، جن میں جاثلیق، راس الجالوت، ھربذ، روم کے علماء اور صابئین کے بزرگ علماء اور متکلمین شامل تھے۔ اگلے روز حسن بن محمد نوفلی کہتے ہیں کہ ہم سب امام رضا (علیہ السلام) کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مولاؑ کا خادم جسکا نام یاسر تھا مامون کی طرف سے پیغام لایا کہ مامون کا دربار سجا ہے، مختلف مذاہب کے علماء جمع ہیں اور امامؑ کو مناظرہ کی دعوت دی گئی ہے۔ امامؑ نے جواب بھجوایا کہ میں جانتا ہوں کہ تیرا مقصد کیا ہے اور میں کل صبح آؤں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ یاسر چلا گیا اور پھر امامؑ نے مجھ سے سوال کیا: اے نوفلی تم عراقی ہو اور عراقی لوگ ہوشیار ہوتے ہیں بتاؤ کہ اس دعوت مناظرے کے پیچھے مامون کا کیا مقصد ہے؟

میں نے عرض کیا: مولاؑ یہ لوگ آپ کو آزمانا چاہتے ہیں اور یہ کام خطرناک ہے۔ امامؑ نے پوچھا کیسے خطرناک ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ لوگ اہل بدعت اور متکلم ہیں، یہ لوگ عالم نہیں ہیں کہ حق بات اور دلیل کو قبول کر لیں بلکہ اسکا انکار کریں گے اور مغالطہ کریں گے، اگر آپ فرمائیں گے کہ خدا ایک ہے تو وہ آپ سے کہیں گے کہ پہلے خدا کی وحدانیت کو ثابت کریں۔ اگر آپ فرمائیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خدا کے رسول ہیں تو وہ آپ سے آنحضرت کی رسالت کو ثابت کرنے کو کہیں گے اور مغالطہ کریں گے یہاں تک کہ آپ کو مجبور کرنے کی کوشش کریں گے کہ آپ اپنی دلیلیں واپس لے لیں۔ میں آپ پر قربان جاؤں! ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ مولا (علیہ السلام) مسکرائے اور فرمایا: اے نوفلی کیا تم کو یہ ڈر ہے کہ وہ لوگ میری دلیلوں کو رد کر دیں اور مجھے شکست ہو جائے؟ میں نے عرض کیا: نہیں مولاؑ، خدا کی قسم ایسا نہیں ہے میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ آپ ان لوگوں پر غالب آجائیں۔

امام رضا (علیہ السلام) نے فرمایا:

اے نوفلی، جاننا چاہتے ہو کہ مامون کب اپنی حرکت پر پشیمان ہوگا؟ میں نے عرض کیا، جی مولا میں جاننا چاہتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا: اس وقت جب مامون یہ دیکھے گا کہ میں توریت کے ماننے والوں کو توریت سے، انجیل کے ماننے والوں کو انجیل سے، زبور کو

ماننے والوں کو زبور سے جواب دوں گا اور صابئین کو عبری زبان میں، مجوسیوں کو فارسی زبان میں، رومیوں کو رومی زبان میں جواب دوں گا اور ہر فرقہ کے علماء سے انکی زبان میں مناظرہ کروں گا اور اس وقت میں سب پر غالب ہونگا اور سب میری بات کو قبول کر کے اپنی شکست تسلیم کرلیں گے تب مامون کو پتہ چلے گا کہ جو وہ چاہتا ہے وہ اسکے لیئے شائستہ نہیں ہے اور اس طرح وہ اپنے کیئے پر شرمندہ ہوجائے گا۔(اور پھر امامؑ نے فرمایا) ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔(ہر قوت اور طاقت خداوند عالم کی جانب سے ہے)۔

اس روایت سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ مناظرہ میں تین اصولوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ پہلے یہ کہ اپنے مد مقابل کے بارے میں کافی معلومات حاصل کرنا اور اسکے ارادے سے باخبر ہونا ضروری ہے، اسی لیئے امامؑ نے نوفلی سے پوچھا کہ مامون کا کیا ارادہ ہے؟ اور نوفلی نے ان علماء کے بارے میں بھی بتایا۔

دوسری بات یہ کہ ایسی زبان استعمال کریں جو مد مقابل شخص کو سمجھ میں آئے، اس سے وہ مرعوب ہوگا اور شکست کھائے گا، اسی لیئے امامؑ نے فرمایا کہ انکی زبان میں گفتگو کریں گے۔

تیسری بات یہ کہ ان اصولوں کو آپ بخوبی جانتے ہوں جو مد مقابل کے لیئے مسلم ہوں کیونکہ انکے ہی اصولوں کے ذریعہ ان پر غلبہ حاصل کر کے حق واضح کیا جاسکتا ہے۔ اسی لیئے امامؑ نے فرمایا کہ انکی کتابوں سے جواب دیں گے۔

امام علیہ السلام کے مناظرے

امام علیہ السلام نے جو مناظرے فرمائے ان میں کچھ کے عنوان اس طرح سے ہیں

توحید اور عدل کے موضوع پر امام رضا(ع) کا مناظرہ

امامت کے موضوع پر امام رضا(ع) کا مناظرہ

سلیمان مروزی کے ساتھ امام رضا(ع) کا مناظرہ

ابی قرہ کے ساتھ امام رضا(ع) کا مناظرہ

جاثلیق کے ساتھ امام رضا(ع) کا مناظرہ

رأس الجالوت کے ساتھ امام رضا(ع) کا مناظرہ

زرتشتیوں کے ساتھ امام رضا(ع) کا مناظرہ

صابئین کے زعیم کے ساتھ امام رضا(ع) کا مناظرہ

مناظرات کا تجزیہ

مامون، امام رضا(ع) کو مختلف مکاتب فکر کے دانشوروں کے ساتھ بحث اور مناظرات میں الجھا کر لوگوں کے درمیان آئمہ اہل بیت کے بارے میں قائم عمومی سوچ جو انہیں علم لدنی کے مالک سمجھتے تھے کو ختم کرنا چاہتا تھا۔

شیخ صدوق لکھتے ہیں کہ مامون مختلف مکاتب فکر اور ادیان و مذاہب کے بلند پایہ دانشوروں کو امام (ع) کے سامنے لایا کرتا تھا

تا کہ ان کے ذریعے امام (ع) کے دلائل کو ناکارہ بنا دے۔ یہ سارے کام وہ امام (ع) کی علمی اور اجتماعی مقام و منزلت سے حسد کی وجہ سے انجام دیتا تھا۔ لیکن نتیجہ اس کی برخلاف نکلتا اور جو بھی امام کے سامنے آتا وہ آپ کے علم و فضل کا اقرار کرتا اور آپ کی طرف سے پیش کردہ دلائل کے سامنے لاجواب اور بے بس ہو کر انہیں تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا۔

مناظرہ اثبات امامت

ذیل میں اختصار کی خاطر ہم اثبات امامت کے موضوع پر ایک مناظرہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ حسن بن جہم جو ایک مشہور مورخ گزرا ہے کہتا ہے کہ میں ایک دن مامون کی محفل میں شریک تھا جہاں امام علی ابن موسیٰ الرضاؑ اور دوسرے بہت سے دانشور آپؑ کے گرد حلقہ زن تھے اور آپؑ سے مختلف سوالات کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے سوال پوچھا۔ امامت کے مدعی کے دعویدار کی شناخت کیسے ہو سکتی ہے۔ امامؑ نے جواب دیا۔ نص اور دلیل کے ساتھ۔

سوال ہوا: یہ فرمایئے امام کی دلیل کس میں ہے؟

فرمایا: اس کی دعا کے قبول ہونے اور اس کے علم میں۔

سوال ہوا: آئندہ کے بارے میں کیسے خبر دیتے ہیں؟

فرمایا: یہ وہ علم ہے جو رسولخدا سے ہمیں ودیعت کیا گیا ہے۔

پھر سوال کیا گیا کہ لوگوں کے دل کے بارے میں آپ کیسے باخبر ہو جاتے ہیں۔

فرمایا: کیا تم نے رسولخدا سے نہیں سنا کہ مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔

اس حدیث کا راوی حسن بن جہم ہے۔ امامؑ اپنی جگہ سے اٹھے اور میں ان کے پیچھے ان کے گھر کی طرف گیا جب ہم اکیلے ہوئے میں نے امامؑ سے عرض کیا خدا کا شکر ہے کہ مامون کو آج میں نے آپ کے بارے میں بڑا مخلص پایا اور ایسے لگا کہ جیسے وہ آپؑ کا بڑا ہی عقیدت مند ہو۔

امامؑ نے فرمایا: اے جہم، تجھے آج اس کا مجھ سے نیک سلوک گمراہ نہ کرے۔ (یہ اس کا دکھلاوہ اور ریاکاری ہے)۔

"فانة سیقعلنی بالسم وھو ظالم لی انی اعرف ذلک بعهد معهود الی من آبائی عن رسول اللہ فاکتم ھذا مادمت حیا"

جلد ہی (یہ شخص) مجھے زہر جفا سے قتل کرے گا اور ظلم کرے گا۔ مجھے یہ خبر اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام نے دی ہے اور انھوں نے جناب رسول خدا سے نقل کیا ہے۔ جب تک میں زندہ ہوں اس بات کو چھپاؤ اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرو۔

حسن جہم کا قول ہے کہ آپؑ کے حکم امامت کے مطابق اس کا کسی سے ذکر نہ کیا۔ یہاں تک کہ امامؑ کو طوس میں زہر سے شہید کر دیا اور ہارون الرشید کے قبے میں حمید بن قحطبہ طائی کے مکان میں دفن کر دیا گیا۔ (عیون اخبار)

امام رضا علیہ السلام کی چند نصیحتیں اور فرامین

سیدہ ندا نقوی

امام رضا علیہ السلام سے بہت سی احادیث اور اقوال مروی ہیں، ان کے اقوال کا ایک گلدستہ پیش قارئین ہے۔

حدیث ۱: ہر انسان کا دوست اس کی عقل ہے اور جہالت اس کی دشمن ہے۔(۱)

حدیث ۲: سب سے افضل عقل انسان کا اپنے نفس کی معرفت کرنا ہے۔(۲)

حدیث ۳: جس نے اپنے نفس کا محاسبہ کیا اس نے فائدہ اٹھایا اور جو اپنے نفس سے غافل رہا اس نے گھاٹا اٹھایا"(۳)۔

حدیث ۴: اپنے اہل وعیال کے لئے کوئی کام کرنا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے مانند ہے، یہ وہ شرف ہے جسے انسان کسب کرتا ہے اور ایسی کوشش ہے جس پر انسان فخر کرتا ہے۔(۴)

حدیث ۵: نیک لوگوں کی نشانیاں: وہ لوگ جب اچھے کام انجام دیتے ہیں تو ان کو بشارت دی جاتی ہے، جب ان سے برے کام ہو جاتے ہیں تو وہ استغفار کرتے ہیں، جب ان کو عطا کیا جاتا ہے تو شکر ادا کرتے ہیں جب کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو صبر کرتے ہیں اور جب غضبناک ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔(۵)

حدیث ۶: جس نے کسی کہنے والے کی بات کان لگا کر سنی اس نے اس کی عبادت کی، اگر اس کہنے والے کی گفتگو خدائی ہے تو اُس نے خدا کی عبادت کی اور اگر اس کی گفتگو شیطانی ہے تو اس نے ابلیس کی عبادت کی یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا: میں نے جو کچھ تم کو بتایا ہے اس کو یاد رکھو کیونکہ میں نے اپنی اس گفتگو میں دنیا و آخرت کی بھلائی بیان کر دی ہے۔(۶)

حدیث ۷: جو شخص مسلمان فقیر سے ملاقات کرتے وقت اس کو دولت مند کو سلام کرنے کے علاوہ کسی اور طریقہ سے سلام کرے تو خداوند عالم اس سے غضبناک ہونے کی صورت میں ملاقات کرے گا۔(۷)

حدیث ۸: جس نے اپنے مومن بھائی کو خوش کیا اللہ اس کے لئے نیکیاں لکھتا ہے اور جس کے لئے اللہ نیکیاں لکھ دے اس پر عذاب نہیں کرے گا۔(۸)

حدیث ۹: لوگو! اپنے اوپر خدا کی نعمتوں کے سلسلہ میں خدا سے ڈرو، خدا کی مخالفت کے ذریعہ خدا کی نعمتوں کو خود سے دور نہ کرو، یاد رکھو کہ خدا اور رسول پر ایمان اور آل رسول میں سے اولیائے الٰہی کے حقوق کے اعتراف کے بعد کسی ایسی چیز کے ذریعہ تم شکر الٰہی بجا نہیں لاسکتے جو اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہو کہ تم اپنے مومن بھائیوں کی اُس دنیا کے سلسلہ میں مدد کرو جو اُن کے پروردگار کی جنت کی جانب تمہارے لئے گذرگاہ ہے جو ایسا کرے گا وہ خاصانِ خدا میں سے ہوگا۔(۹)

حدیث ۱۰: مومن واقعی وہ شخص ہے جس کے اندر یہ تین خصلتیں پائی جائیں۔ اپنے خدا کی سنت، اپنے نبی کی سنت اور اپنے امام کی

سنت،لیکن اپنے امام کی سنت یہ ہے کہ فقر وتنگ دستی اور درد وبیماری کے موقع پر استقامت کا ثبوت پیش کرے۔(۱۰)

حدیث ۱۱: جو شخص مسلمان کو دھوکہ دے یا ضرر پہونچائے یا اس کے ساتھ مکاری کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(۱۱)

حدیث ۱۲: دنیا کے لئے اس طرح سے کام کرو کہ جیسے ہمیشہ تمھیں اس دنیا میں رہنا ہے اور آخرت کے لئے ایسا کام کرو جیسے کل ہی تم مرجاؤ گے۔(۱۲)

حدیث ۱۳: بدترین انسان ہے(اقتصادی زندگی کے لحاظ سے) وہ شخص جو اپنی معاش زندگی میں سے دوسروں کی مدد نہ کرے اور ان کے ساتھ زندگی بسر نہ کرے۔(۱۳)

حدیث ۱۴: ہم اہل بیت (علیہم السلام) کسی سے وعدہ کرتے ہیں تو اپنے کو مقروض سمجھتے ہیں جس طرح رسول اللہ سمجھتے تھے۔(۱۴)

حدیث ۱۵: خداوند عالم نے قرآن مجید کو نہ تو کسی زمانے سے مخصوص کیا اور نہ کسی خاص گروہ سے لہذا قرآن مجید تا قیامت ہر زمانے کے لئے نیا اور ہر گروہ کے لئے تر وتازہ ہے۔(۱۵)

حدیث ۱۶: جو بھی مجلس میں اس غرض کے ساتھ بیٹھے کہ اس میں ہمارے مکتب کا احیاء ہو تو اس کا دل اس دن نہیں مرے گا جس دن سارے دل مردہ ہوجائیں گے۔(۱۶)

حدیث ۱۷: کمزور وناتواں کی مدد کرنا بہترین صدقہ ہے۔(۱۷)

حدیث ۱۸: انسان سخی لوگوں کی غذائیں کھاتا ہے تاکہ وہ اسکی غذا کھائیں اور بخیل لوگوں کی غذائیں نہیں کھاتا اس ڈر سے کہ کہیں لوگ اسکی غذا نہ کھالیں۔(۱۸)

حدیث ۱۹: بڑا بھائی باپ کے مانند ہے۔(۱۹)

حدیث ۲۰: اگر کوئی عالم وجابر بادشاہ کے پاس جائے اور وہ بادشاہ ان کو اذیت وتکلیف دے تو اس کو اس کوئی اجر نہیں ملے گا اور نہ ہی اس پر صبر کرنے سے اس کو رزق دیا جائے گا۔(۲۰)

حدیث ۲۱: لوگوں سے محبت کرنا نصف عقل ہے۔(۲۱)

حدیث ۲۲: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں عافیت کے دس جزء ہوں گے جس میں نو حصے لوگوں سے الگ رہنے میں ہوں گے اور ایک حصہ خاموشی میں ہوگا۔(۲۲)

حدیث ۲۳: بخیل کے لئے چین وسکون نہیں ہے اور نہ ہی حسود کے لئے لذت ہے،ملول رنجیدہ شخص کے لئے وفا نہیں ہے اور جھوٹے کے لئے مروّت نہیں ہے۔(۲۳)

حدیث ۲۴: جس نے مومن کو خوش کیا خدا قیامت کے دن اُس کو خوشحال کرے گا۔(۲۴)

حدیث ۲۵: مومن،مومن کا سگا بھائی ہے،ملعون ہے ملعون ہے جس نے اپنے بھائی پر الزام لگایا ملعون ہے،ملعون ہے جس نے اپنے بھائی کو دھوکہ دیا،ملعون ہے،ملعون ہے جس نے اپنے بھائی کو نصیحت نہیں کی،ملعون ہے ملعون ہے جس نے اپنے بھائی کے اسرار سے پردہ اٹھایا،ملعون ہے ملعون ہے جس نے اپنے بھائی کی غیبت کی ہے۔(۲۵)

حوالہ جات

۱) اصول کافی، جلد ا صفحہ ۱۱، وسائل، جلد ۱۱ صفحہ ۱۶۱

۲) اعیان الشیعہ، جلد ۴ صفحہ ۱۹۶

۳) اصول کافی، جلد ۲ صفحہ ۱۱۱

۴) تحف العقول، صفحہ ۴۴۵

۵) تحف العقول، صفحہ ۴۴۵

۶) وسائل الشیعہ، جلد ۱۸ صفحہ ۹۴

۷) وسائل الشیعہ، جلد ۸ صفحہ ۴۴۲

۸) وسائل الشیعہ، جلد ۸ صفحہ ۴۸۳

۹) در نظیم، صفحہ ۲۱۵

۱۰) الخصال، جلد ا، صفحہ ۸۲

۱۱) سفینۃ البحار مادہ غش

۱۲) وسائل الشیعہ، ج ۲ ص ۲۷۷

۱۳) تحف العقول ص ۳۳۴

۱۴) تحف العقول ص ۳۳۳

۱۵) سفینۃ البحار، ج ۲ ص ۴۱۳

۱۶) میراث امامان ص ۴۴۳

۱۷) تحف العقول ص ۸۱۰

۱۸) تحف العقول ص ۸۰۸

۱۹) تحف العقول ص ۸۰۲

۲۰) تاریخ یعقوبی، جلد ۳ صفحہ ۱۸۱

۲۱) بحارالانوار، جلد ۷۸ صفحہ ۳۳۵

۲۲) تحف العقول، صفحہ ۴۳۶

۲۳) تحف العقول، صفحہ ۴۳۶

۲۴) وسائل الشیعہ، جلد ۱۲ صفحہ ۵۸۷

۲۵) وسائل الشیعہ، جلد ۸ صفحہ ۵۶۳

اذکارِ امام علی رضا علیہ السلام

(عباس نقوی (اٹک)

درپیش مرحلہ ہرے، سحر سخا کا ہے
یعنی کے مدح منبعِ جود و عطا کا ہے
معجز نما کا آٹھویں، مُشکلکشا کا ہے
شاہِ عرب، عجم کا، امامِ رضاؑ کا ہے
جُراَت نہیں قلم کو، روانی کا نام لے
ہر پیچ و خم سے، شعلہ بیانی کا کام لے

بہتر یہی ہے اپنی جبیں کو بھی خم کرے
سارے بدن پہ نادِ علیؑ پڑھ کے دم کرے
ہر ممکنہ خلوص کو فوراً بہم کرے
ممکن ہے عاجزی پہ خدا بھی کرم کرے
ساکن نہ ہو، پھر ایسی لگن میں رواں بھی ہو
لرزے میں گل بدن ہو، مگر شادماں بھی ہو

حصے میں آب ثنائے امامِ زمن بھی ہے
مولاؑ کی حشمتیں بھی ہیں، سب بانکپن بھی ہے
یہ ساتویں امامؑ کا وہ گلبدن بھی ہے
دربار جس کا رشکِ حدودِ عدن بھی ہے
آتے ہیں آسماں سے، ملائک قطار میں
گلہائے نُور کھلتے ہوں، جیسے بہار میں

سب یوں ہیں زائرینِ امامِ فلک مقام
کرتے ہیں جھک کے، سارے ملائک جنھیں سلام
کُل زائریں کے لب پہ ہے صَلِّ علیٰ کا جام
کیا ان کا مرتبہ بھی ہے، کیا ان کا احتشام
ہے جو عدُو رضاؑ کا، ہے سا.کن کنشت کا
زائر زمیں پہ پا گیا، ٹکڑا بہشت کا

فرمایا جو بھی میری زیارت کو آئے گا
وہ تین بار، مجھ کو مددگار پائے گا
اعمال نامہ حق، جو کسی کو تھمائے گا
پھر جب صراط سے وہ گزرنے کو جائے گا
اعمال تلتے وقت بھی، پائے گا مجھ کو پاس
میں دیکھنے نہ دوں گا اُسے، رنج و حُزن و یاس

ہر کُل زائریں سے ہو گا وہ زائر عزیز تر
ہو گا جونہی بفضلِ خُدا، عازمِ سفر
مجھ کو قسم خُدا کی، کیا جس نے مُعتبر
بارش کا قطرہ بھی، جو گرے اُس کے جسم پر
بندہ وہ اِس جہاں میں بھی، ذُوالاحترام ہے
محشر میں اُس پہ، آتشِ دوزخ حرام ہے

ضامن امامِ حق ہیں، صغیر و کبیر کے
لختِ جگر ہیں یہ بھی، بشیرؑ و نذیرؑ کے
چلتے ہیں نقشِ پا پہ جنابِ امیرؑ کے
ناصر ہیں شہ کے بھی، ہر اِک فقیر کے
پھیلا کے جو بھی، دامنِ حاجات آ گیا
دنیا تو کیا، بہشت کی سوغات پا گیا

ہم بھی ہیں، اُن کے دَر کے سوالی، جہان میں
اُن سا سخی ہے کون، زمان و مکان میں
ثابت قدم ہیں ہم، جو ہر اک امتحان میں
رَطبُ اللساں رہیں گے فقط اِن کی شان میں
دُنیا کے عاقبت کے بھی، والی یہی تو ہیں
مولائے دو جہاں، شہِ عالی یہی تو ہیں

فرمان ہے رسولؐ خُدا کا، بشدّ و مد
درجاتِ زائرینِ رضاؑ کی نہیں ہے حد
ہے اُن کے پاس جنّتِ فردوس کی سَند
عُقبیٰ میں ان کے ساتھ رہے گی مِری مدد
مخمور ہوں گے سارے، حُسینوں کے رُوپ میں
زیرِ علَم رہیں گے، قیامت کی دُھوپ میں

کیسے بیاں ہوں اُن کی امامت کے مرتبے
معصومیت کے، زورِ خطابت کے مرتبے
اُن کی فصاحتوں کے، بلاغت کے مرتبے
سُلطانِ بحر و بر کی، زیارت کے مرتبے
ستّر ہزار حج سے زیادہ ثواب ہے
سب سُن لیں، یہ حدیثِ رسالتمآبؐ ہے

ہوتے ہیں لوگ، روضۂ اقدس سے فیضیاب
ہر دَور میں کھلے ہیں، عطا کے ہزار باب
مولا رضاؑ ہیں، فضل و عنایت میں لاجواب
شاہ و گدا پہ آپؑ کے احساں ہیں بے حساب
ہر بے نوا کو، دولتِ لا انتہا مِلی
ہر مرض کے مریض کو، پَل میں شفا مِلی

فرمان ہے یہ حضرتِ کاظمؑ کا دیکھیے
افراد چار دَورِ گزشتہ کے لیجیے
سنئے نوحِؑ نبی، خلیلؑ کے عیسیٰؑ کے تذکرے
اور ساتھ ان کے حضرتِ موسیٰؑ کے دبدبے
محشر میں چار بیٹھیں گے عرشِ بریں پہ
جلوہ فگن تھے جو، کبھی فرشِ زمیں پہ

پھر چار فرد، عہدِ زواں کے بھی ذی حشم
ختم الرسُل، علیؑ، مع حسنینؑ ذُوالکرم
تُم دیکھتے رہو گے، بہ فیضِ شہِ اُمم
ائمہ ہُدا کے سبھی زائرین ہَم
رُتبے رضاؑ کے ہونگے، زواروں کے، اِس طرح
ماہِ تمام، بیچ ستاروں کے جس طرح

کرتے ہیں تھوڑی دیر، مصائب کا ذکر اب
مامون نے امامِ رضاؑ کو کیا طلب
مولاؑ تھے جدِّ پاک کی تُربت کے گرد جب
کہنے لگے امامؑ ہُدا، یہ بصد تعَب
یثرب میں لوٹ کر مرا آنا محال ہے
اب مُبتلائے رنج و اَلَم میری آلؑ ہے

یکجا کیا امامؑ نے، اہل و عیال کو
تم پر عیاں کروں گا میں، اپنے مآل کو
اَدوارِ بیکسی کو، غریبی کے حال کو
حاکم کی سرکشی کو، عیارانہ چال کو
سب مِل کے مجھ غریب پہ آہ و بُکا کریں
فرزند، بیٹیاں، میرے حق میں دُعا کریں

جب میں نہ ہوں گا، ہوگا تقیؑ سب کا پیشوا
رہبر تمام اُمتِ جدؐ کا، یہ مہ لقا
بہنوں کا پاسبان، رہے گا یہی سدا
اور اپنی ماں کا چین بھی، غُربت کا آسرا
بچھڑیں گے اَب تو حشر کے دن ہی ملیں گے ہم
ہو کر جُدا جُدا ہی، جہاں میں، جئیں گے ہم

یہ بی بی فاطمہؑ، جو ہے میرے جگر کا چین
بابا کے گھر پہ یہ بھی ہے، بیشک خُدا کی دَین
میری بہن کی سب پہ، وِلا بھی ہے فرضِ عین
وہ مَشرقین کے ہوں، کہ اَحبابِ مَغربین
ہو گی روانہ میری مُلاقات کو یہ جب
پَیہم سفر کرے گی، وہ دِن ہو کہ وقتِ شب

لیکن ابھی یہ قُم ہی میں پہنچے گی خستہ تَن
راہِ جبال و دَشت، یہ اِک سوختہ بدَن
یاں پائے گی خبر، جو مری مَوت کی، بہن
شاید نہ بچنے پائے، یہ شہزادیٔ عدن
بھائی کے سوگ ہی میں، یہ دُنیا سے جائے گی
تا حشر اِس فِراق پہ، سب کو رُلائے گی

مولاؑ کے زائرین، جو اِن کے قریب ہیں
شکرِ خدائے پاک، بہت خوش نصیب ہیں
عظمت میں، عزّ و جاہ میں، دونوں عجیب ہیں
فرمانروائے دہر ہیں، لیکن غریب ہیں
کہتے ہیں مِل کے، آپؑ کی غُربت پہ ہم نثار
اس الفتِ عظیم پہ، فُرقت پہ ہم نثار

روئیں گے سارے اہل عزاء اِن کی یاد میں
غم میں امامؑ دیں کے، شہِ حق نہاد میں
اُمّت نے ظلم ڈھائے ہیں، جن کے عناد میں
عباسیوں کی سازش و تحسین و داد میں
بچے یتیم ہو گئے، ویران گھر ہوئے
چُھوٹی وطن کی آب و ہوا، دَر بدر ہوئے

آخر میں پاک بھائی بہن سے خطاب ہے
تم دو میں جس کو دیکھئے، عالی جناب ہے
عالی حشم ہر ایک ہے، عزت مآب ہے
بھائی ہے بے مثال، بہن لاجواب ہے
گزرے ہیں ایسے دو بھی، مصائب کی حد نہیں
اِک کی رِدا چھِنی ہے، تو اِک کی لحد نہیں

دونوں کفن پہن کے چلے ہو، جہان سے
اُٹھے جنازے پاک، بہت عزّ و شان سے
لائے طعام جِن کے، مَلک آسمان سے
بازُو بہن کے باندھے گئے ریسمان سے
لاشہ شہیدِ ظُلم کا، ریگِ تپاں پہ تھا
اور سر بہن کے سامنے، نوک سِناں پہ تھا

عبّاسؔ تُجھ پہ سب ہیں یہ احسانِ کردگار
اَصنافِ شاعری میں مِلا تُجھ کو اِفتخار
ہر سوچ مُنفرِد ہے تو ہر بات، با وقار
تیرے تصوُّرات میں پایا عجب نکھار
ہے کیا جدید فکر بھی، طرزِ بیاں بھی ہے
صدیوں تلک ہے تُو بھی، تِری داستاں بھی ہے

امام علی رضا علیہ السلام

سید ثاقب اکبر

فرزند بوترابؑ مرے آٹھویں امام   عبرت کی داستانوں میں اک قصۂ عجیب
حاضر ہے لے کے عرضِ مودت ترا غلام   گرچہ گڑھے پڑے ہیں بظاہر ترے قریب
اے وہ کہ ہے خواص پر بھی تیرا فیضِ عام   ذلت میں ہیں عدو ترے، رسوا ترے رقیب
مِنْ کُلِّنَا عَلَیْکَ وَآبَائِکَ السَّلام   اک آہ ہے نصیب نہ اک فاتحہ نصیب

بر آسمان و عرش ترا احترام ہے   پروانے تیرے نور کے لاکھوں ہیں یا امام
ساعت وہ خوش نصیب ہے جو تیرے نام ہے   بے انتہا ہیں جیتے ہیں لے کر جو تیرا نام

اے وارثِ علومِ نبوت مرا سلام   دیکھا مری نگاہ نے اک عالمِ سعید
سرچشمۂ فیوضِ رسالت مرا سلام   اٹھا تری زمیں سے مرا رہبر فقید
زیبا تجھے قبائے امامت مرا سلام   حق ہے کہ اس کی جاہ و وجاہت تھی چشم دید
اے لائقِ سلامِ عقیدت مرا سلام   جس سے لرز کے رہ گئے اس دور کے یزید

اے حاملِ وراثتِ کاظمؑ سلام ہو   دراصل و نسل ایک حسینی تھا بالیقیں
ہر دم مرا سلام ہو دائم سلام ہو   اور پیر حق شناس خمینی تھا بالیقیں

نذرِ امام رضا علیہ السلام

انجم خلیق

کچھ لوگ وہ ہیں جن پہ مشیت کو ناز ہے
خلقت پہ جن کی خالقِ خلقت کو ناز ہے

صنّاعِ حُسن و خیر کا شہکار ہیں یہ لوگ
دونوں جہاں کے مالک و مختار ہیں یہ لوگ

جنت کو حکم دیں تو زمینوں میں آ بسے
سجدے میں ہوں تو عرش جبینوں میں آ بسے

جتنی ملی ہیں نعمتیں ان سے جہان کو
اُتنے نجوم مل نہ سکے آسمان کو

اِن کو خدا نے ایک گھرانہ بنا دیا
اور اُس کی پیروی کو زمانہ بنا دیا

اِن میں نبیؐ ہے، ان میں ولیؑ ہیں، امامؑ ہیں
خوش بخت ہیں جو ہم اسی گھر کے غلام ہیں

بے شک وہ جن پہ عظمتِ انساں تمام ہے
اُن میں ہی اک امامِ رضاؑ کا بھی نام ہے

ضامن ہمارے آپؑ سفر اور حضر میں ہیں
صد شکر ہم جہاں بھی ہیں اُن کی نظر میں ہیں

مشہد کو نوربار کیا ہے حضورؑ نے
دیکھی ہے رشک سے یہ زمیں کوہِ طور نے

بیمار کوئی آئے تو اُس کو شفا ملے
حرفِ دعا کو آ کے یہیں مدعا ملے

مایوسیوں میں دل پہ کھلیں ممکناتِ نَو
آئے جو جاں بلب کوئی، پائے حیاتِ نَو

میری طرف بھی چشمِ عنایت ہو یا رضاؑ
مثلِ علیؑ ہیں آپ بھی مشکل کشا رضاؑ

زائر کہیں جو پاؤں تو کہتا ہے میرا دل
انجم خلیق کتنا تڑپتا ہے تیرا دل

کر التجا امامؑ سے اپنے بچشمِ نم
آقاؑ! غلام پر بھی ہو اِس بار یہ کرم

یہ عرض ہے حضور میں زورِ طلب کے ساتھ
روضے پہ آؤں اب کے برس میں بھی سب کے ساتھ

وقعت مری بھی اہلِ وِلا میں بڑھایئے
روضے پہ آپؑ اب مجھے مولاؑ! بلایئے